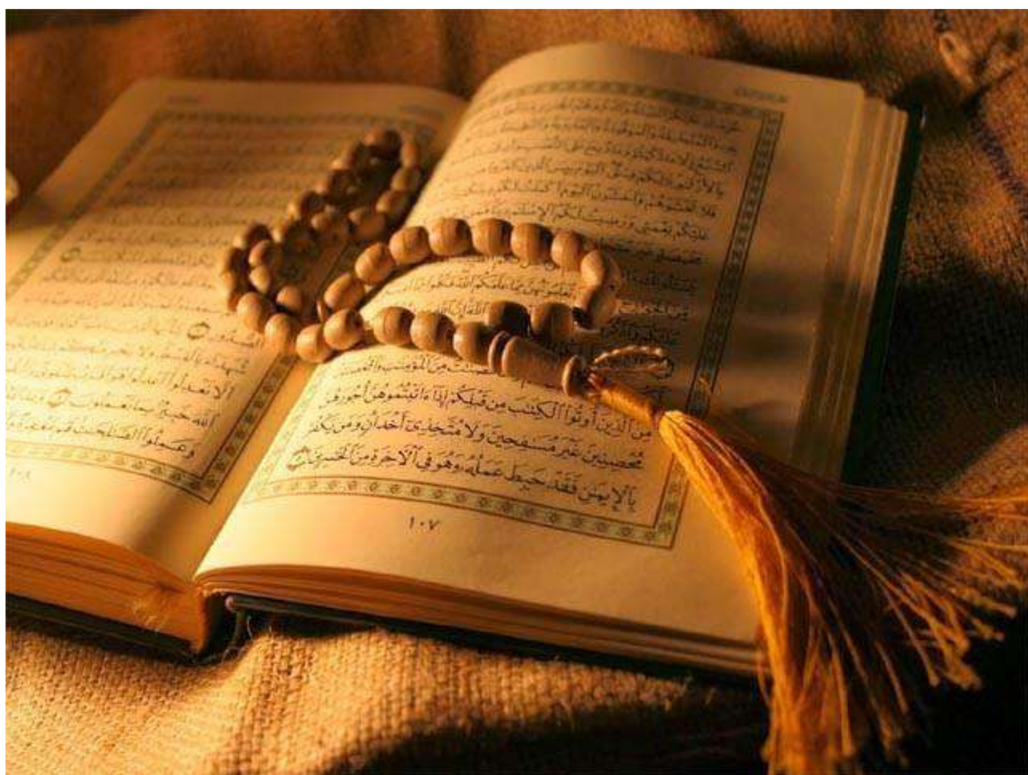
عقل و جہل کے لشکر

حدیث کی تشریح



مرتبہ: سید جہانزیب عابدی

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّهُـمَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّـدٍ وَ آلِ مُحَمَّـد وعَجِّـل فَرَجَهُـم

انتساب

ہر فکر، ہر تحریر، اور ہر کوشش کے پس پردہ کچھ ایسے چہرے اور شخصیات ہوتی ہیں جن کی محبت، دعا اور ہمراہی اُس کام کو نہ صرف آسان بناتی ہے بلکہ اس میں روح پھونک دیتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب "عقل و جہل کے لشکر" بھی ایک ایسے ہی خلوص، تعلق اور دعاؤں کی روشنی میں تیار ہوئی ہے، جس کا چراغ میرے چھوٹے بھائی **سید عدیل حیدر عابدی** کی بے پناہ محبتوں نے روشن کیا ہے۔

عدیل بھائی نہ صرف میرے بھائی ہیں بلکہ میرے سفرِ فکر و قلم کے ہم قدم، دل کی راحت، اور زندگی کے ہر مرحلے میں میرے لیے باعثِ تقویت رہے ہیں۔ ان کی ہمراہی نے مجھے کبھی تنہا نہ ہونے دیا اور ان کی شفقت و خلوص نے اس کام کو عبادت میں بدل دیا۔ وہ ہمیشہ روحانی بصیرت اور دینی اخلاص کے ساتھ میرے لیے دعا گو اور مشفق رہے۔

یہ کتاب اُن کے نام ہے، اُن کے اُس خلوص کے نام جو ہر لفظ میں محسوس ہوتا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ **یہ کتاب اُن کی آخرت کے لیے زادِ راہ بنے**۔ ان کے درجات بلند کرے، اور ان کی نیک اولاد و اہلِ خانہ کو **دنیا و آخرت کی سعادتوں، سلامتیوں اور سربلندیوں سے نوازے۔**

اللہ تعالیٰ عدیل بھائی کی زندگی میں برکتیں عطا فرمائے، اُن کے دل کو اطمینان، زبان کو ذکر، قدموں کو نور اور آنکھوں کو بصیرت دے۔ وہ ہمیشہ سلامت رہیں اور ہم سب کے لیے ہدایت و دعا کا ذریعہ بنے رہیں۔

والسلام

سید جہاں زیب عابدی

فہرست

پیش لفظ

عقل اور جہل کی کشمکش، انسانی تاریخ کا سب سے گہرا اور مسلسل جاری رہنے والا معرکہ ہے۔ قرآن کریم، احادیثِ معصومین علیہم السلام اور اسلامی حکمت و عرفان کی روایت میں انسان کی نجات کا مدار، عقل کی پیروی اور جہل سے اجتناب پر رکھا گیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت میں بیان کردہ "لشکرِ عقل و جہل" ایک ایسا فکری اور اخلاقی نقشہ ہے جو انسانی شخصیت کی داخلی جنگ کو واضح کر کے اسے راہِ ہدایت یا گمراہی کی طرف لے جانے والے اسباب کا تجزیہ پیش کرتا ہے۔

یہ کتاب اسی عظیم روایت کی ایک تفسیری اور سماجی-سیاسی قراءت ہے، جس میں ہر لشکر کی صفات کو نہ صرف اخلاقی بلکہ سماجی، سیاسی اور تعلیمی نظاموں کے سیاق میں پرکھا گیا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ "عقل" کے ہر وصف کو محض ایک تجریدی خوبی کے طور پر بیان نہ کیا جائے، بلکہ اسے ایک متحرک، تشکیل پذیر اور معاشرتی عمل کے طور پر سمجھا جائے، جو فرد کو مکمل انسان بننے کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح "جہل" کو صرف لاعلمی کا نام نہیں بلکہ وہ ہمہ جہتی تاریکی سمجھا گیا ہے جو انسان کے وجود، خاندان، سماج اور ریاست سب کو نگل سکتی ہے۔

یہ کتاب ان تمام اساتذہ، طلبہ، سماجی مفکرین، دینی مبلغین، اور سیاسی کارکنوں کے لیے لکھی گئی ہے جو اسلامی معارف کو محض عبادات کی سطح پر نہیں، بلکہ تمدنی، تربیتی اور فکری سطح پر سمجھنا چاہتے ہیں۔ ہر باب اور ہر لشکر کی تفہیم میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ وہ موجودہ دور کی پیچیدگیوں سے ربط میں ہو، اور قاری کو صرف معلومات نہیں بلکہ بصیرت بھی عطا کرے۔

اس کتاب کی تیاری کے مراحل میں جن شخصیات کی دعائیں، تعاون اور محبت شامل رہی، ان میں خاص طور پر میرے چھوٹے بھائی سید عدیل حیدر عابدی کا کردار قابلِ ذکر ہے۔ ان کے خلوص اور رفاقت نے مجھے اس کام کو مکمل کرنے میں تسلسل، سکون اور اعتماد بخشا۔ اس کتاب کا انتساب انہی کے نام ہے، اور دعا ہے کہ یہ عمل ان کے لیے دنیاو آخرت کی کامیابی کا وسیلہ بنے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو لشکرِ عقل کے ساتھ جڑنے، اور جہل کے ہر حملے سے محفوظ رہنے کی توفیق دے۔

سید جہاں زیب عابدی

ماہِ محرم ۱۴۴۷ھ

کراچی، پاکستان

عقل و جہل کے انسانی زندگی میں اثرات

فردی زندگی میں کامیابی و ناکامی یا عروج و زوال کی بنیاد محض بیرونی اسباب، اتفاقات یا مادی وسائل پر نہیں بلکہ سب سے پہلے انسان کے باطنی نظام، اس کے افکار، رجحانات اور اخلاقی صفات پر ہوتی ہے۔ جب ہم عقل و جہل کے لشکروں کی روشنی میں فردی زندگی کو دیکھتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر انسان کی داخلی کیفیت، یعنی اس کی عقل کے غلبے یا جہالت کے تسلط سے اس کی زندگی کا سفر طے ہوتا ہے۔

عقل کے لشکر، جیسا کہ ایمان، یقین، صبر، شکر، علم، فہم، تواضع، پاکدامنی، سخاوت، دقت، سکون، حق سے انس، دعا، اور خوش دلی، ایسے عناصر ہیں جو انسان کی شخصیت کو داخلی طور پر مستحکم کرتے ہیں۔ ان صفات کے حامل فرد کی سوچ متوازن، فیصلے دور اندیش، تعلقات باہمی اعتماد پر مبنی، اور عمل میں سنجیدگی ہوتی ہے۔ جب انسان صبر اختیار کرتا ہے تو وہ آزمائش کے موقع پر پست ہمتی کا شکار نہیں ہوتا۔ جب شکر گزار ہوتا ہے تو اپنی نعمتوں کو پہچان کر ان میں برکت

پیدا کرتا ہے۔ علم و فہم اسے جذباتی ردعمل سے محفوظ رکھتے ہیں اور تواضع اسے دوسروں کے قریب کر دیتی ہے، جو کہ فردی زندگی میں مددگار معاشرتی سرمایہ بن جاتی ہے۔ یہ تمام صفات دراصل عقل کی قوت کو بڑھاتی ہیں اور انسان کو حقیقی کامیابی کی طرف لے جاتی ہیں، جو صرف مادی ترقی نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی بلندی بھی ہے۔

دوسری جانب، جہل کے لشکر یعنی کفر، ناامیدی، حرص، ناشکری، بے صبری، سخت دلی، تعصب، حماقت، خودپسندی، سستی، جھوٹ، خیانت، بخل، حسد، اور انتقام جیسے عناصر انسان کی داخلی دنیا کو ویران کر دیتے ہیں۔ ایسا فرد کسی صورت میں پائیدار کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کے ہر عمل کی جڑ کمزوری، فساد یا خودغرضی میں پیوست ہوتی ہے۔ حرص اور بے صبری اسے جلد بازی میں نادان فیصلوں پر لے جاتی ہے، جس سے وہ بار بار نقصان اٹھاتا ہے۔ حسد اور کینہ اس کے دل کو جلاتے ہیں اور اسے دوسروں کی ترقی برداشت نہیں ہوتی، جس سے وہ اپنے لیے خود اذیت پیدا کرتا ہے۔ جھوٹ، خیانت، اور ریاکاری ایسے جال ہیں جن میں وہ خود پھنس جاتا ہے اور معاشرے سے اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔

جب عقل کے لشکر انسان کے باطن میں غالب آتے ہیں تو وہ شخصیت نکھرتی ہے، انسان اپنی ذات میں سکون محسوس کرتا ہے، لوگ اس پر بھروسہ کرتے

ہیں، اس کے فیصلے فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں، اور وہ اپنی زندگی کے ہر موڑ پر حکمت و بصیرت سے کام لیتا ہے۔ یہ اسے صرف فردی کامیابی نہیں دیتے بلکہ وہ دوسروں کے لیے بھی نافع بن جاتا ہے۔ اس کی بات میں وزن ہوتا ہے، اس کی سوچ میں وسعت ہوتی ہے، اور اس کے کردار میں اثر ہوتا ہے۔ یوں وہ نہ صرف معاشی یا سماجی ترقی پاتا ہے بلکہ روحانی کمالات کی طرف بھی گامزن ہوتا ہے۔

لیکن اگر جہالت کے لشکر اس کی ذات پر حاوی ہو جائیں تو انسان کی اندرونی ساخت ٹوٹنے لگتی ہے۔ وہ بظاہر کامیاب دکھائی دے سکتا ہے، مگر اندر سے خالی، بے سکون اور مسلسل شکست خوردہ رہتا ہے۔ اس کی شخصیت میں استقامت کی بجائے بکھراؤ، حرص، اور مایوسی در آتی ہے، جو اس کے ہر رشتے، ہر فیصلے، اور ہر منزل کو کمزور کر دیتی ہے۔ ایسے انسان کو اگر وقتی فائدہ بھی حاصل ہو تو وہ پائیدار نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی بنیاد سچائی، فہم یا قربانی پر نہیں، بلکہ دھوکہ، خواہش پرستی اور جلد بازی پر رکھی گئی ہوتی ہے۔

لہٰذا فردی زندگی کی اصل کامیابی اسی میں ہے کہ انسان اپنی عقل کو زندہ رکھے، اسے جہالت کے اندھیروں سے محفوظ رکھے، اور ان صفات کو پروان چڑھائے جو عقل کو طاقتور بناتی ہیں۔ ایسا فرد ہر حال میں خدا سے جڑا رہتا ہے، اپنے باطن کو صاف رکھتا ہے، اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب رہتا ہے۔ یہی عقل و جہل

کے لشکروں کا فردی زندگی میں اصل اثر ہے۔ عقل سے وابستگی انسان کو بلند کرتی ہے، اور جہل سے رشتہ اسے پست کر دیتا ہے۔

حدیث کا تعارف:

یہ حدیث **امام جعفر صادق علیہ السلام** سے منقول ہے اور کتاب **"اصول کافی"** سے لی گئی ہے، جس میں **عقل اور جہل (علم و نادانی)** کو دو باقاعدہ لشکروں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ امامؑ بیان فرماتے ہیں کہ خدا نے عقل کو اپنے نور سے پیدا کیا اور اسے شرافت و فضیلت عطا کی، جبکہ جہل کو اُس کے برعکس حالت میں خلق کیا گیا، جو عقل کا دشمن ہے۔

حدیث میں:

- عقل اور جہل کے **ہر ایک کو 75 صفات یا "لشکر "** دیے گئے ہیں۔
- یہ صفات انسان کی **اخلاقی، عملی، روحانی اور سماجی زندگی** کی مختلف جہات کی نمائندگی کرتی ہیں۔
- عقل کے لشکر میں صدق، امید، عدل، صبر، تواضع، نرمی، سکون، ایمان، یقین، قناعت، تقویٰ، عفت، حیاء، شکر، حسن خلق، توبہ وغیرہ شامل ہیں۔

- جہل کے لشکر میں کفر، ناامیدی، ظلم، حسد، تکبر، بے صبری، حرص، جھوٹ، بخل، ریاکاری، نفرت، عناد، بدزبانی، غصہ، انتقام، سستی، بے حیائی وغیرہ شامل ہیں۔

یہ حدیث **انسانی شخصیت کی تشکیل** کے لیے ایک انتہائی جامع اور عمیق **اخلاقی و فکری نقشہ** فراہم کرتی ہے، جو **فلسفہ، نفسیات اور اخلاقیات** کے اسلامی تصور کو گہرائی سے بیان کرتی ہے۔ اس میں انسان کی دائمی جنگ کو عقل و جہل کے مابین کشمکش کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ نجات اور کامیابی صرف **عقل کے لشکر** سے وابستہ ہے۔

حدیث کا متن از اصول کافی:

سماعہ کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھااور دیگر اصحاب بھی تشریف فرما تھے کہ عقل و جہل کا ذکر ہمارے درمیان آ گیاحضرتؑ نے فرمایا: عقل و جہل کے لشکروں کو پہچانتے ہو، سماعہ نے کہا: آپ پر قربان جاؤں ، جو کچھ آپ نے سکھایا ہے صرف وہی جانتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا: خدائے عزوجل نے عقل کواپنے نور سے عرش کی دائیں جانب خلق کیاہے اور یہ پہلی روحانی مخلوق ہے پس اُس سے فرمایا آگے آ وہ آگے آئی پھر فرمایا: پیچھے ہو جا، وہ پیچھے ہو گئی، تب خداتبارک وتعالیٰ نے فرمایا: تجھ کو میں نے عظمت کے ساتھ خلق کیاہے اور تم کو تمام خلقت پر فوقیت دی ہے اُس کے بعد جہل کو تاریک اور نمکین پانی سے خلق کیااور فرمایا: پیچھے ہو وہ پیچھا ہوا، پھر فرمایا آگے آ، مگر وہ آگے نہ آیا، پھر فرمایا: حکم عدولی کی تم نے؟ اور اُس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر عقل کو لشکر عطا فرمائے۔ جہل نے جب خدا کا یہ کرم دیکھا تو عقل سے دشمنی کرنے لگا اور دل گرفتگی سے خدا سے عرض کی پروردگار یہ میری طرح کی مخلوق ہے اُس کو تو نے خلق کیا اور اتنا عظیم مقام دیا میں اس کی ضد ہوں اور اس کے مقابلے کی توانائی نہیں رکھتا جس طرح تو نے اُسے لشکر دیے ہیں مجھے عطا فرما۔ خدا نے فرمایا: ہاں میں دونگا لیکن اگر اس کے بعد تم نے نافرمانی کی تو تجھ

کو اور تیرے لشکروں کو اپنی رحمت سے دور کر دوں گا۔ پس اس کے بعد جہل کو بھی لشکر عطا ہوئے۔

ان لشکروں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

عقل کے لشکر / جہل و نادانی کے لشکر

1۔ نیکی جو عقل کی وزیر ہے / بدی جو کہ جہل کی وزیر ہے

2۔ ایمان، یقین / کفر، جھٹلانا

3۔ حق کی تصدیق / انکارِ حق

4۔ امیدواری / ناامیدی

5۔ عدل وانصاف / ظلم وستم

6۔ خوشنودی حاصل کرنا / غصہ وقہر دکھانا

7۔ شکر گذاری / ناشکری

8۔ رحمت خدا کا انتظار کرنا / رحمت خدا سے مایوس ہونا

9۔ خدا پر توکل و اعتماد کرنا / حرص و بے صبری دکھانا

10۔ نرم دلی / سخت دلی

11۔ مہربانی کرنا / کینہ و تعصب دکھانا

12۔ دانش و فہم / نادانی

13۔ شعور / حماقت

14۔ پاکدامنی / بے باکی اور رسوائی

15۔ نیک کرداری / بدکرداری

16۔ پارسائی / دنیاپرستی

17۔ مروت کرنا / گستاخی

18۔ تواضع و فروتنی / خود پسندی

19۔ آرام و سکون / جلد بازی

20۔ دانشمندی / بے عقلی

21۔ خاموشی / بے تکا بولنا

22۔ رام ہونا / لڑائی جھگڑا کرنا

23۔ حق تسلیم کرنا / سچائی کو جھٹلانا

24۔ صبر وضبط / بیتابی

25۔ بے نیازی / نیاز مندی

26۔ چشم پوشی-درگذر / انتقام لینا

27۔ یاد رکھنا / بے خبر رہنا

28۔ دوسروں کی نیکیوں کو یاد رکھنا / فراموشی

29۔ محبت وعطوفت رکھنا / دور رہنا /کنارہ کرنا

30۔ قناعت / حرص

31۔ کوششوں میں شریک کرنا / خودسری

32۔ دوستی / دشمنی

33۔ وعدہ وفا کرنا / وعدہ خلافی

34۔ فرماں برداری / نافرمانی

35۔ سر جھکانا / بلندی کی طرف بھاگنا

36۔ سلامتی / بیماری

37۔ دوستی / نفرت /ودوری

38۔ سچ بولنا / جھوٹ بولنا

39۔ حق، دُرستگی / باطل، نادُرستگی

40۔ امانت / خیانت

41۔ پاکدلی / ناپاک دل

42۔ ہُشیاری / سستی

43۔ زیرکی / بے وقوفی

44۔ شناسائی / ناآشنائی

45۔ راز داری / راز فاش کر دینا

46۔ (حاضر و غائب میں) ایک راستہ پر رہنا / راستے بدلتے رہنا

47۔ پردہ پوشی / افشاء کر دینا

48۔ نماز قائم کرنا / نماز کو ضائع کرنا

49۔ روزہ رکھنا / روزہ خوری کرنا

50۔ جہاد کرنا / جدوجہد سے فرار کرنا

51۔ حج کرنا / حج کا وعدہ پورا نہ کرنا

52۔ بات کو سمجھنا / سخن چینی کرنا- الفاظ پکڑنا

53۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا / والدین کے ساتھ برائی کرنا

54۔ حق و حقیقت کے ساتھ رہنا / ریاکاری کرنا

55۔ نیکی و شائستہ روش اپنانا / برائی اور ناشائستہ رہنا

56۔ خود کو چھپانا / خود کو ظاہر کرنا

57۔ تقیہ کرنا / لاپروائی دکھانا

58۔ انصاف / باطل کی طرفداری

59۔ خود کو ہمسر کیلئے آراستہ کرنا / خود کو زنا کیلئے آمادہ کرنا

60۔ پاکیزگی / پلیدی

61۔ حیاء / بے حیائی

62۔ میانہ روی / حد سے تجاوز کرنا

63۔ آسودگی / خود کو زحمت میں مبتلا کرنا

64۔ آسانی / سخت گیری

65۔ برکت / بے برکتی

66۔ تندرستی / بیماری

67۔ اعتدال / حد سے زیادہ طلب کرنا

68۔ حق کا ساتھ دینا / ہوس پرست ہونا

69۔ اہمیت دینا اور متانت اپنانا / بے عزتی

70۔ سعادت مندی / شقاوت

71۔ توبہ میں جلدی کرنا / گناہ پر اصرار

72۔ معافی طلب کرنا / بلاوجہ کالالچ کرنا

73۔ دقت و ہوشیاری / سہل انگاری

74۔ دعا کرنا / سر جھٹک دینا

75۔ خوشی و شادابی / سستی و کاہلی

76۔ خوش دلی / غمگین رہنا

77۔ حق سے مانوس ہونا / حق سے کنارہ کشی کرنا

78۔ سخاوت / بخل و کنجوسی کرنا

بس یہ صفات جس میں عقل کے لشکر سوائے پیغمبر اور اُن کے جانشین یا ایسے مومن جس کو خدا نے آزمالیا ہے جمع نہیں ہوسکتے لیکن دوسرے افراد کوشش کرکے جہل کے لشکروں سے نکل سکتے ہیں اُس وقت یہ لوگ پیغمبروں اور اُن کے اوصیاکے ساتھ ہونگے یہ سعادت

سوائے عقل کے لشکر کی شناخت اور جہل کے لشکروں سے دوری اختیار کیے بغیر نہیں ہو سکتی۔ خدا ہم سب کو اپنی فرمانبرداری اور ثواب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث کی مختصر توضیح

جہل سے مراد یہاں شیطان ہے یا وہ قوت ہے جو انسان کو برائی اور گناہ کی طرف لیجاتی ہے اور وسوسہ پیدا کرتی ہے اور یہ صفات فرشتوں میں نہیں ہوتی اسی وجہ سے اس حدیث میں بیان کیے گئے لشکروں کو پہچان کر انسان فرشتوں سے افضل ہو سکتا ہے عقل سے مراد وہ قوت ہے جو انسان کو برائیوں سے بچاتی ہے اور نیکیوں کے راستے کی ترغیب دیتی ہے ان دونوں لشکروں کے درمیان تمام زندگی معرکہ آرائی رہتی ہے اور اس میں فتح یابی انسان کی آخرت کی سعادت کو متعین کرتی ہے کہ کون غالب رہا۔

حوالہ: کلینی، محمد بن یعقوب- مصطفوی، سید جواد، اصول الكافي / ترجمہ مصطفوی، 4 جلد، کتاب فروشی علمیہ اسلامیہ- تهران، چاپ: اول، 1369 ش.

حدیث کی مفصل تشریح

پہلے ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- نیکی جو عقل کی وزیر ہے
- ایمان /یقین
- حق کی تصدیق

جہل کے لشکر:

- بدی جو کہ جہل کی وزیر ہے
- کفر/ جھٹلانا
- انکارِ حق

سماجیات کے تناظر میں نیکی وہ خمیر ہے جو انسان کو اجتماعی خیر کا حامل بناتی ہے۔ نیکی صرف ذاتی عبادت یا فردی عمل نہیں بلکہ دوسروں کی بہتری، اصلاح، امانت، صدق و صفا اور ہمدردی جیسے اوصاف کو تحریک دیتی ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں نیکی کو مرکزی اخلاقی معیار مانا جائے، وہاں باہمی اعتماد، خدمت کا جذبہ، اور اجتماعی انصاف پیدا ہوتا ہے۔ ایمان یا یقین انسان کو باطنی سکون، اصول پسندی،

اور امید کا مرکز عطا کرتا ہے، جو سماج میں مایوسی اور بے یقینی کے خلاف ڈھال بن جاتا ہے۔ حق کی تصدیق وہ شعور ہے جو معاشرتی اصولوں اور سچائی کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جب فرد حق کو تسلیم کرتا ہے تو جھوٹ، فریب، اور استحصال کے دروازے خودبخود بند ہو جاتے ہیں۔

اس کے برخلاف، اگر معاشرے میں بدی غالب ہو جائے تو وہ نظام بگاڑ اور ظلم کا شکار ہو جاتا ہے۔ بدی ایک ایسی ذہنیت کو جنم دیتی ہے جو دوسروں کے حقوق پامال کرتی ہے، اور اجتماع کو جنگل کا قانون بنا دیتی ہے۔ کفر یا حق کے انکار کا مطلب صرف دینی انکار نہیں، بلکہ وہ ہر سچائی، عدل اور فطری اصول کا انکار ہے۔ ایسے افراد اور معاشرے سچ کو بے قیمت سمجھ کر ذاتی مفاد کو معیار بنا لیتے ہیں۔ انکارِ حق انسان کو خودفریبی، ہٹ دھرمی اور ضد کی طرف لے جاتا ہے، جس سے وہ اپنی اور دوسروں کی زندگیوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

سیاسیات میں نیکی کا اصول قیادت کو اصولی، شفاف، اور عوام دوست بناتا ہے۔ وہ سیاست جو نیکی پر مبنی ہو، وہ صرف طاقت کی سیاست نہیں بلکہ خدمت کی سیاست ہوتی ہے۔ ایمان قیادت کو مفاد پرستی سے نکال کر ذمہ داری کی طرف لے جاتا ہے، اور عوام میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔ حق کی تصدیق قیادت کو ضمیر، قانون، اور مشورے کے تابع رکھتی ہے، جس سے نظام عدل قائم ہوتا ہے۔

اس کے بر عکس، اگر سیاست بدی کا آلہ بن جائے تو وہ کرپشن، استبداد، اور جھوٹ کی سیاست بن جاتی ہے۔ کفر اور انکارِ حق کی سیاست قانون شکنی، فریب کاری اور جبر کا راستہ کھول دیتی ہے۔ ایسی قیادت جھوٹے وعدے کرتی ہے، حق گوئی سے ڈرتی ہے، اور ہر سچ کو دبانے کی کوشش کرتی ہے، جس کا نتیجہ سیاسی تباہی اور عوامی بے چینی کی صورت میں نکلتا ہے۔

تعلیم و تربیت میں نیکی کا عنصر اساتذہ اور طلبہ دونوں میں اخلاقی مضبوطی، کردار کی پختگی، اور دوسروں کی بھلائی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ نیک فطرت استاد صرف مضمون نہیں سکھاتا، وہ کردار بناتا ہے۔ ایمان طلبہ کو خود اعتمادی، مقصد کی وضاحت، اور مسلسل ترقی کے شعور سے ہمکنار کرتا ہے۔ حق کی تصدیق علمی امانت داری، تحقیقی دیانت، اور سچ کے لیے جرات پیدا کرتی ہے۔

اس کے بر عکس جب تعلیمی ادارے بدی کا شکار ہو جائیں تو وہاں چالاکی، مقابلہ بازی، اور صرف اسناد کا حصول باقی رہ جاتا ہے۔ کفر یا حق کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ طالبعلم نہ سچ کے لیے کھڑا ہوتا ہے نہ غلطی سے سیکھتا ہے، بلکہ صرف دنیاوی فائدے کی خاطر ہر اصول کو قربان کرتا ہے۔ ایسا طالبعلم علم رکھ کر بھی عقل سے خالی ہوتا ہے، کیونکہ اس کی بنیاد سچائی کے انکار پر ہے۔

یہ تینوں صفات — نیکی، ایمان، اور تصدیقِ حق — عقل کو روشن، پائیدار اور عملی بصیرت عطا کرتی ہیں۔ ان سے عقل کا معیار صرف سمجھنے کا نہیں بلکہ سچ پر عمل کرنے کا بن جاتا ہے۔ جبکہ بدی، کفر، اور انکارِ حق عقل کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ عقل نہ صرف اندھی ہو جاتی ہے بلکہ خود کو فریب دینے لگتی ہے۔ انسان ظاہری چالاکی میں ڈوبا ہوتا ہے مگر اس کی روح تاریکی میں گم ہو جاتی ہے۔ یہی عقل کی تباہی کا آغاز ہوتا ہے۔

دوسرے ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- امیدواری
- عدل وانصاف
- خوشنودی حاصل کرنا

جہل کے لشکر:

- ناامیدی
- ظلم وستم
- غصہ وقہر دکھانا

سماجیات کے تناظر میں امیدواری ایک ایسا اخلاقی وفطری محرک ہے جو انسان کو مایوسی، جمود اور محرومی سے نکال کر کوشش، بہتری اور ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔ امید ایک ایسا اجتماعی جذبہ ہے جو قوموں کو بحران سے نکالتا، افراد کو اصلاح کی دعوت دیتا، اور سماجی روابط کو اعتماد کی فضا میں پروان چڑھاتا ہے۔ عدل و انصاف کسی بھی معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی ہے؛ جب ہر فرد کو اس کا حق ملتا ہے

تو حسد، بغض، اور دشمنی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں اور باہمی سکون، ترقی اور امن قائم ہوتا ہے۔ خوشنودی حاصل کرنا، یعنی دوسروں کو راضی رکھنا اور تعلقات میں نرمی و محبت اختیار کرنا، معاشرتی الفت، رواداری اور خدمت کی فضا قائم کرتا ہے۔

اس کے برعکس ناامیدی معاشرتی سرطان ہے جو افراد کو جیتے جی مردہ، مفعول، اور بے حس بنا دیتا ہے۔ ایسے افراد نہ خود کو بہتر بناتے ہیں، نہ معاشرے کے لیے مفید ہوتے ہیں۔ ظلم و ستم، طاقت اور اختیار کے غلط استعمال سے کمزوروں کو کچلتا، معاشرتی توازن بگاڑتا اور اجتماعی نفرت و انتقام کو جنم دیتا ہے۔ غصہ و قہر اجتماعی گفتگو اور تعامل کو تباہ کر دیتا ہے؛ وہ دلوں میں دراڑ ڈالتا، خاندانوں کو توڑتا، اور طبقات میں دشمنی پیدا کرتا ہے۔

سیاسیات میں امیدواری کا مطلب یہ ہے کہ قیادت عوام کو بہتر مستقبل کا شعور دے، اور مایوسی کے بجائے حل اور عزم کا بیانیہ پیش کرے۔ ایسی قیادت عوامی جدوجہد کی رہنما بنتی ہے، نہ کہ انہیں شکست خوردہ بنانے والی۔ عدل و انصاف پر مبنی نظام حکومت عوام کے حقوق کی ضامن بنتی ہے اور اختلافات کو پُرامن طریقے سے سلجھاتی ہے۔ خوشنودی حاصل کرنا قیادت کو عوام کے دکھ درد،

مطالبات اور جذبات سے جوڑتا ہے، اور سیاست کو ذاتی اقتدار کے بجائے خدمت کا ذریعہ بناتا ہے۔

جہالت کے لشکر کی صفات سیاسی نظام میں انتشار، جبر، اور تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ ناامیدی پھیلانے والی قیادت صرف شکایتوں، خوف، اور منفی بیانیے پر زندہ رہتی ہے۔ ظلم و ستم کا نظام ایک طرف استبداد کو مضبوط کرتا ہے، دوسری طرف عوام کو بغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔ غصے اور قہر پر مبنی قیادت توازن کھو بیٹھتی ہے، فیصلے جزباتی اور خطرناک ہو جاتے ہیں، جس سے داخلی و خارجی نقصان یقینی ہو جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت میں امید وہ بنیاد ہے جو طلبہ کو خود اعتمادی، محنت، اور صبر کی طرف راغب کرتی ہے۔ ایک پر امید طالبعلم نہ صرف خود بہتر بنتا ہے بلکہ دوسروں کے لیے بھی تحریک بن سکتا ہے۔ عدل و انصاف تعلیمی ادارے میں میرٹ، شفافیت، اور مساوات کو رواج دیتا ہے، جس سے ماحول مثبت اور خوشگوار ہوتا ہے۔ خوشنودی پیدا کرنے والا استاد یا طالبعلم دوسروں کی عزت، احساسات اور ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے، جس سے باہمی ربط اور تعلیمی کارکردگی دونوں بہتر ہوتے ہیں۔

جہل کی صفات تعلیمی اداروں میں مایوسی، بد اعتمادی اور خوف پھیلاتی ہیں۔ ناامید طالبعلم نہ سیکھتا ہے، نہ سوال کرتا ہے، نہ آگے بڑھتا ہے۔ ظلم کی صورت میں استاد یا نظام اگر کسی کے ساتھ ناانصافی کرے تو ادارہ علمی نہیں بلکہ نفسیاتی جیل بن جاتا ہے۔ غصے والا رویہ تعلیم کو زہر آلود کر دیتا ہے؛ طلبہ خوفزدہ، استاد مغرور، اور سیکھنے کا ماحول غیر محفوظ ہو جاتا ہے۔

یہ تینوں صفات عقل کو اس کے فطری وظائف کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ امید عقل کو متحرک، بیدار، اور جستجو سے بھر دیتی ہے۔ عدل عقل کو متوازن، منصف، اور معتدل بناتا ہے۔ خوشنودی کا جذبہ عقل کو ہمدرد، لطیف، اور اجتماعی شعور سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ ان کے برعکس ناامیدی عقل کو مفلوج کر دیتی ہے، ظلم عقل کو خودغرض اور تباہ کن بناتا ہے، اور غصہ عقل کو بے قابو، اندھا، اور محدود کر دیتا ہے۔ یوں جہالت کی صفات عقل کو ختم نہیں کرتیں، بلکہ بگاڑ دیتی ہیں؛ حتیٰ کہ انسان اپنی عقل سے خود اپنا دشمن بن جاتا ہے۔

تیسرے ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- شکر گزاری
- رحمتِ خدا کا انتظار کرنا
- خدا پر توکل و اعتماد کرنا

جہل کے لشکر:

- ناشکری
- رحمتِ خدا سے مایوس ہونا
- حرص و بے صبری دکھانا

سماجیات کے تناظر میں شکر گزاری ایک ایسا رویہ ہے جو معاشرے میں مثبت سوچ، اعترافِ نعمت، اور باہمی احترام کو فروغ دیتا ہے۔ جو فرد شکر گزار ہوتا ہے وہ نہ صرف رب کی نعمتوں کو پہچانتا ہے بلکہ انسانوں کی محنت و خدمت کی بھی قدر کرتا ہے، جس سے معاشرتی تعلقات میں اعتدال، عزت، اور اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ رحمتِ خدا کا انتظار ایک امید افزا رویہ ہے جو فرد کو مشکل حالات میں بھی

نرم دلی، معافی اور صبر کی راہ پر قائم رکھتا ہے۔ خدا پر توکل اور اعتماد، انسان کو اندرونی سکون، استقلال اور معاشرتی استحکام عطا کرتا ہے، کیونکہ وہ دوسروں کی خوشنودی کے بجائے اصولوں پر جیتا ہے۔

اس کے برخلاف ناشکری ایک ایسا سماجی زہر ہے جو فرد کو ہمیشہ محرومی، مایوسی اور شکایت میں مبتلا رکھتا ہے۔ یہ رویہ نہ صرف انسان کو دوسروں سے بدگمان کرتا ہے بلکہ معاشرے میں احساسِ کمتری، حسد، اور جمود کو جنم دیتا ہے۔ خدا کی رحمت سے مایوسی معاشرتی بے حسی اور بداعتمادی کو بڑھاتی ہے، اور لوگ ایک دوسرے کو معاف کرنے یا سہارا دینے کے بجائے کٹ کر جینے لگتے ہیں۔ حرص اور بے صبری معاشرتی افراتفری، جھگڑے اور خودغرضی کو ہوا دیتی ہے، جو باہمی قربانی اور ایثار کے کلچر کو ختم کر دیتی ہے۔

سیاسیات میں شکرگزاری کا مطلب یہ ہے کہ قیادت نعمتِ اقتدار کو ذمہ داری سمجھے، اپنی حد پہچانے اور عوام کے اعتماد و قربانی کا اعتراف کرے۔ ایسی قیادت قومی وسائل کی قدر کرتی ہے اور عوام کو ناشکر نہیں، باخبر اور بامقصد بناتی ہے۔ خدا کی رحمت کا انتظار سیاسی تدبیر میں حکمت، استقامت، اور اصلاح پر یقین پیدا کرتا ہے۔ وہ رہنما جو توکل رکھتا ہے، فیصلوں میں اصول کو مقدم رکھتا ہے اور وقتی دباؤ یا مفاد پرستی سے بچتا ہے۔

جہالت کے سیاسی مظاہر میں ناشکری قیادت اپنے اقتدار کو دائمی حق سمجھتی ہے، عوام کو نظر انداز کرتی ہے، اور اپنے آپ کو احتساب سے بالاتر جانتی ہے۔ مایوسی پھیلانے والی سیاست، عوام کو بے بس، خوف زدہ، اور مایوس کرتی ہے، جس سے جبر اور انارکی کو راہ ملتی ہے۔ حرص اور بے صبری کے ساتھ فیصلہ کرنے والی حکومتیں جلد بازی، شور، اور وقتی کامیابی کے فریب میں مبتلا رہتی ہیں اور قومی نقصان کا باعث بنتی ہیں۔

تعلیم و تربیت کے میدان میں شکر گزار طالبعلم اور استاد ایک ایسا ماحول بناتے ہیں جس میں علم کو نعمت، استاد کو محسن، اور سیکھنے کو سعادت سمجھا جاتا ہے۔ یہ رویہ سیکھنے کے شوق، عاجزی، اور باہمی قدر کو فروغ دیتا ہے۔ خدا کی رحمت پر اعتماد رکھنے والا طالبعلم ناکامیوں سے گھبراتا نہیں، بلکہ اصلاح، دُعا اور محنت سے دوبارہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ توکل رکھنے والا سیکھنے کو اللہ کی رضا کے لیے عمل سمجھتا ہے، اس کا ہدف صرف دنیاوی کامیابی نہیں بلکہ رضا و فلاح بھی ہوتی ہے۔

اس کے برعکس ناشکر طالبعلم ہر چیز سے غیر مطمئن ہوتا ہے، وہ سیکھنے کے مواقع کو ضائع کرتا ہے اور دوسروں سے موازنہ میں جلتا رہتا ہے۔ رحمتِ خدا سے مایوس شخص نہ سیکھنے کی ہمت رکھتا ہے، نہ سدھار کی خواہش۔ حرص اور بے

صبری اسے جلد نتائج کے لیے غلط ذرائع، نقل، اور شارٹ کٹس کی طرف مائل کرتی ہے، جو علم کی روح اور مقصد دونوں کو مسخ کر دیتے ہیں۔

یہ تین عقل کی صفات — شکر، رحمت کا یقین، اور توکل — عقل کو گہرائی، سکون، اور وقار عطا کرتی ہیں۔ یہ صفات عقل کو جذبات سے بلند کر کے اصولوں سے جوڑتی ہیں۔ عقل جب شکر گزار ہو، رب کی رحمت کی طالب ہو اور توکل سے مزین ہو، تو وہ نہ صرف دنیا بلکہ آخرت کو بھی بہتر سمجھ کر عمل کرتی ہے۔ اس کے برعکس جہالت کی یہ صفات عقل کو مایوسی، اضطراب اور مفاد پرستی میں جکڑ دیتی ہیں، جہاں وہ ہر اصول کو قربان کر کے صرف فوری خواہشات کے پیچھے بھاگتی ہے، اور یوں عقل خود اپنی روشنی کھو بیٹھتی ہے۔

چوتھے ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- نرم دلی
- مہربانی کرنا
- دانش و فہم

جہل کے لشکر:

- سخت دلی
- کینہ و تعصب دکھانا
- نادانی

نرم دلی ایک ایسا وصف ہے جو معاشرتی تعاملات میں قربت، برداشت، اور اصلاح کے دروازے کھولتا ہے۔ یہ صفت فرد کو دوسرے کے دکھ، رنج اور محرومی کو محسوس کرنے کے قابل بناتی ہے، جس سے وہ سماج کے ہر فرد سے ربط و ہمدردی رکھتا ہے۔ نرم دل معاشرے دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں، تعلقات کو ٹوٹنے سے بچاتے ہیں، اور رحم کو اجتماعی قدر بناتے ہیں۔ مہربانی کا

عمل ان جذبات کا عملی اظہار ہے؛ یہ دوسروں پر وقت، محبت، اور مواقع نچھاور کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے، جو معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد ہے۔ دانش و فہم وہ داخلی روشنی ہے جو جذبات، واقعات اور حالات کی تہہ تک دیکھنے کی صلاحیت دیتی ہے۔ یہ عقل کی چمک ہے جو انسان کو رائے، فیصلہ، اور عمل میں درست راہ دکھاتی ہے۔

اس کے برعکس سخت دلی معاشرے کو ٹکراؤ، بے حسی اور ظلم کی طرف دھکیلتی ہے۔ جب فرد یا قوم سخت دل ہو جائے تو معافی، ہمدردی، یا دوسروں کے حالات کو سمجھنے کی جگہ ختم ہو جاتی ہے۔ ایسے ماحول میں ظلم کو طاقت، اور سختی کو اصول سمجھا جانے لگتا ہے۔ کینہ اور تعصب وہ ذہنی زہر ہے جو فرد کو انصاف اور حق سے کاٹ کر نفرت، انتقام اور جانب داری کی دلدل میں دھکیل دیتا ہے۔ یہ جذبات نہ صرف سماجی تفریق پیدا کرتے ہیں بلکہ معاشرتی ٹوٹ پھوٹ اور بداعتمادی کو جنم دیتے ہیں۔ نادانی عقل کی وہ صورت ہے جس میں انسان جاننے کی خواہش، سوال کرنے کی جرأت، اور سچ قبول کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔ نادان معاشرے جلد افواہوں، سطحی جذبات اور غلط قیادت کے ہاتھوں کھلونا بن جاتے ہیں۔

سیاسی میدان میں نرم دلی حکمران کو رعایا کا خیر خواہ، شفیق اور اصلاح پسند بناتی ہے۔ ایسا رہنما اپنے اقتدار کو رعایا کی خدمت کے لیے استعمال کرتا ہے، اور عوام کی فلاح کو اپنی طاقت سمجھتا ہے۔ مہربانی سیاسی معاملات میں انسان دوستی، شفافیت اور وسعتِ قلبی کو فروغ دیتی ہے۔ دانش و فہم ایک قیادت کو جذبات سے بالاتر ہو کر حکمت سے فیصلے کرنے کی صلاحیت دیتا ہے، جس سے سیاست مقاصد سے جڑتی ہے، اور شخصی مفادات سے کٹتی ہے۔

اس کے برعکس سخت دلی والی حکومت عوام کے جذبات، ضروریات، اور مسائل کو نظر انداز کرتی ہے۔ وہ قانون کو ظلم میں بدل دیتی ہے، اور رعایا کو اپنے لیے بوجھ سمجھتی ہے۔ کینہ اور تعصب پر مبنی سیاست نفرت انگیزی، لسانی وفرقہ وارانہ تقسیم، اور ذاتی انتقام کی راہ ہموار کرتی ہے۔ نادان قیادت عوام کو فریب دیتی ہے، غیر ضروری جنگوں یا فضول پالیسیوں میں الجھاتی ہے، اور قوم کے سرمایے کو تباہ کر دیتی ہے۔

تعلیم و تربیت کے دائرے میں اگر استاد اور ادارے نرم دلی اور مہربانی سے طلبہ سے پیش آئیں تو طالبعلم اعتماد، محبت اور عزت کے ماحول میں پروان چڑھتا ہے۔ وہ صرف معلومات نہیں سیکھتا، بلکہ انسانیت، خدمت، اور کردار کو بھی جذب کر

لیتا ہے۔ دانش و فہم وہ صفت ہے جو طالبعلم کو سطحیت سے نکال کر تفکر، تحقیق، اور نتیجہ اخذ کرنے کی قوت دیتی ہے۔

اس کے برعکس سخت دل استاد طالبعلم کو ذلت، خوف، اور احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تعصب سے متاثرہ تعلیمی نظام ذہنوں کو آزاد نہیں بلکہ قید کرتا ہے، اور تحقیق کے بجائے تقلید پیدا کرتا ہے۔ نادانی تعلیم کو فقط رٹا، نقل، یا محض سند کا ذریعہ بنا دیتی ہے، جو انسان کو نہ خودشناس بناتی ہے نہ معاشرے کا مفید فرد۔

یہ تین عقل کی صفات — نرم دلی، مہربانی، اور دانش — عقل کو وسعت، اثر، اور عملی حکمت عطا کرتی ہیں۔ ان سے عقل فقط سوچنے والا دماغ نہیں بلکہ محسوس کرنے والا دل اور عمل کرنے والا ارادہ بن جاتی ہے۔ جبکہ جہل کی ضدی صفات عقل کی روشنی کو سرد کر دیتی ہیں، انسان کو تعصب، غصے اور ناپختگی میں جکڑ دیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنی عقل سے محروم تو نہیں ہوتا، لیکن اس کا غلط استعمال کر کے خود اور دوسروں کے لیے فتنہ بن جاتا ہے۔

پانچویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- شعور
- پاکدامنی
- نیک کرداری

جہل کے لشکر:

- حماقت
- بے باکی اور رسوائی
- بدکرداری

سماجیات کے تناظر میں شعور ایک ایسا وصف ہے جو فرد کو اپنے مقام، کردار، اور ذمہ داری سے آگاہ کرتا ہے۔ باشعور فرد اپنے وجود اور معاشرے دونوں کو سمجھتا ہے، اور ان کے درمیان تعلق کو محسوس کر کے اصلاح و فلاح کی کوشش کرتا ہے۔ پاکدامنی معاشرتی طہارت کی علامت ہے؛ یہ فرد کی عفت، عزتِ نفس، اور اخلاقی وقار کی حفاظت کرتی ہے۔ نیک کرداری سماج کو ایسے افراد مہیا

کرتی ہے جو سچائی، امانت، دیانت اور عدل کے عملی پیکر ہوتے ہیں، اور جو اجتماعی بھروسے اور تعاون کے لیے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

اس کے برعکس حماقت وہ جہالت ہے جو انسان کو انجام سے غافل کر کے فوری خواہشات، رواجی جاہلیت اور جذباتی رویوں میں گرفتار رکھتی ہے۔ ایسا شخص فیصلے جذبات سے کرتا ہے اور نتائج کی پروا نہیں کرتا، جو معاشرتی نقصان اور فساد کا باعث بنتا ہے۔ بے باکی اور رسوائی وہ رویہ ہے جس میں انسان حیا، وقار، اور سماجی حدود کو توڑ دیتا ہے، جس سے معاشرتی نظامِ اخلاقیت درہم برہم ہو جاتا ہے۔ بدکرداری ایک ایسا اجتماعی زہر ہے جو باہمی اعتبار کو کھا جاتا ہے، رشتے ناپاک کرتا ہے، اور معاشرہ منافقت و فسق میں ڈوب جاتا ہے۔

سیاسیات میں شعور ایک ایسی قیادت کی بنیاد رکھتا ہے جو قوم کے ماضی، حال اور مستقبل کو سمجھتی ہو، اور فیصلے جذبات نہیں بلکہ حقیقت، تدبیر اور علم کی بنیاد پر کرتی ہو۔ پاکدامنی قیادت میں ذاتی کرپشن، فحاشی، یا بے حیائی سے بچاؤ پیدا کرتی ہے، اور اس کی مثال عوام کے لیے معیار بن جاتی ہے۔ نیک کردار حکمران عوام میں اعتماد، اخلاقی استحکام، اور شفافیت کی روح پھونکتا ہے، جس سے ایک پائیدار اور قابلِ فخر ریاست وجود میں آتی ہے۔

اس کے بر خلاف حماقت سے بھرپور قیادت قوموں کو جذباتی نعروں، دشمنیوں، اور غیر دانشمندانہ فیصلوں کے سپرد کر دیتی ہے۔ ایسی قیادت عارضی شہرت اور پاپولزم کے پیچھے بھاگتی ہے، جس کا انجام قومی بحران ہوتا ہے۔ بے باکی اور رسوائی والی قیادت عوام میں بے حیائی، گستاخی، اور ننگِ انسانیت کو فروغ دیتی ہے۔ بدکردار قیادت کرپشن، جھوٹ، اور مکر کو اقتدار کی بنیاد بناتی ہے، جس سے ادارے برباد اور قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

تعلیم و تربیت کے میدان میں شعور طلبہ کو سیکھنے کا مقصد، معاشرتی خدمت، اور ذاتی اصلاح کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ شعور مند طالبعلم صرف امتحان کے لیے نہیں، بلکہ زندگی کے لیے سیکھتا ہے۔ پاکدامنی تعلیمی ادارے میں احترام، حیا، اور تحفظ کا ماحول پیدا کرتی ہے، جہاں استاد اور طالبعلم دونوں باوقار اور محفوظ رہتے ہیں۔ نیک کرداری وہ صفت ہے جو تعلیم کو عمل میں ڈھالتی ہے، اور شخصیت کو مکمل بناتی ہے۔

جہالت کی ضدی صفات تعلیمی نظام کو کھوکھلا، فاسد، اور حیوانی جبلتوں کے تابع بنا دیتی ہیں۔ حماقت سے بھرپور طالبعلم بغیر فہم کے نقل، شارٹ کٹس اور صرف نمبرات کی دوڑ میں الجھا رہتا ہے۔ بے باکی کا مطلب یہ ہے کہ ادارے میں استاد کی عزت، جنسی تحفظ، اور اخلاقی حدود پامال ہو جائیں، جس سے علمی ماحول غیر

محفوظ بن جاتا ہے۔ بد کرداری وہ زہر ہے جو علم کے اثر کو مٹا دیتا ہے، اور طالبعلم کو معاشرتی بوجھ بنا دیتا ہے۔

یہ تین صفات — شعور، پاکدامنی، اور نیک کرداری — عقل کو بصیرت، تحفظ، اور اخلاقی طاقت عطا کرتی ہیں۔ ان سے عقل محض معلوماتی ذہانت نہیں بلکہ اخلاقی رہنما بن جاتی ہے۔ جبکہ ان کے برعکس حماقت، بے باکی اور بد کرداری عقل کو یا تو لاعلمی میں ڈبو دیتی ہیں، یا اسے حیوانی خواہشات کا غلام بنا کر تباہ کر دیتی ہیں۔ عقل کا جوہر تبھی بچتا ہے جب وہ شعور، عفت اور عملِ صالح سے مزین ہو، ورنہ وہ عقل، فتنہ بن کر رہ جاتی ہے۔

چھٹے ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- پارسائی
- مروّت کرنا
- تواضع وفروتنی

جہل کے لشکر:

- دنیاپرستی
- گستاخی
- خودپسندی

پارسائی ایک ایسا خلق ہے جو انسان کو اپنے نفس، خواہشات اور مادی مفادات پر قابو پانے کی تربیت دیتا ہے۔ یہ وہ تقویٰ ہے جو انسان کو باطن کی پاکیزگی کے ساتھ معاشرتی و اخلاقی حدود کا پاسدار بناتا ہے۔ ایسا فرد دنیا کی زیب و زینت کو مقصد نہیں بناتا، بلکہ اسے ذریعہ سمجھ کر ذمہ داری، امانت اور عفت کو ترجیح دیتا ہے۔ مروّت کرنا، یعنی دوسرے کے مقام، حالات اور جذبات کو سمجھ کر لحاظ اور

ادب کے ساتھ پیش آنا، ایک ایسا رویہ ہے جو معاشرتی رشتوں کو گہرائی، اعتبار، اور ہم آہنگی عطا کرتا ہے۔ تواضع و فروتنی انسان کو خودپسندی سے بچا کر سیکھنے، سننے، اور اصلاح کو ممکن بناتی ہے، جس سے نہ صرف فرد بلکہ معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

اس کے مقابل، دنیا پرستی ایک ایسا جہالت آلود رویہ ہے جو انسان کو دنیاوی فائدے کے لیے ہر اصول، رشتہ، اور اخلاقیات کو پامال کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ دنیا پرست فرد نہ صرف دوسروں کے حقوق کو روندتا ہے بلکہ خود کو بھی نفس پرستی کے اندھے کنویں میں دھکیل دیتا ہے۔ گستاخی وہ روش ہے جو ادب، وقار اور تعلق کے تقدس کو توڑ کر معاشرے میں بدتمیزی، تلخی اور انتقام کو عام کرتی ہے۔ خودپسندی عقل کی ضد ہے؛ یہ انسان کو اپنے محدود علم اور کامیابی پر مغرور کرکے نہ صرف دوسروں کو حقیر بناتی ہے بلکہ سیکھنے کے تمام دروازے بند کر دیتی ہے۔

سیاست میں پارسائی ایسی قیادت کو جنم دیتی ہے جو اقتدار کو ذاتی فائدہ نہیں بلکہ الٰہی امانت سمجھتی ہے۔ ایسی قیادت اپنی ذات کو معیار نہیں بلکہ نظام، عدل، اور اصول کو مرکز بناتی ہے۔ مروّت رکھنے والی قیادت رعایا کے جذبات و ضروریات کا خیال رکھتی ہے، ان سے ادب و وقار سے پیش آتی ہے، اور کسی کو ذلیل یا محروم

کرنے کا رویہ اختیار نہیں کرتی۔ تواضع سیاستدان کو طاقت کے زعم میں مبتلا نہیں ہونے دیتی، وہ مشورہ سنتا ہے، اختلاف کو عزت دیتا ہے اور اپنی خامیوں کا اعتراف بھی کر سکتا ہے۔

جہالت کی ضدی صفات سیاسی نظام کو فساد، غرور اور ظلم سے بھر دیتی ہیں۔ دنیا پرست حکمران عوام کو صرف اقتدار کے لیے استعمال کرتا ہے، اور ہر اخلاقی حد کو عبور کر کے دولت، شہرت اور اختیار کے پیچھے دوڑتا ہے۔ گستاخی سے مزین سیاست دشمنی، انتقام اور بے ادبی کو فروغ دیتی ہے، جس سے قومی وحدت ٹوٹتی ہے۔ خود پسند قیادت ہر تنقید کو دشمنی اور ہر رائے کو بغاوت سمجھتی ہے، جس سے آمریت اور فکری جمود پیدا ہوتا ہے۔

تعلیم و تربیت کے میدان میں پارسائی طلبہ اور اساتذہ کو ظاہری کامیابی کے بجائے باطنی تطہیر، اخلاص، اور اخلاقی عظمت کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ایک پارسا معلم تعلیم کو عبادت سمجھتا ہے، اور طالبعلم علم کو ہدایت کا ذریعہ۔ مروّت والے استاد اور طالبعلم ایک دوسرے کے مقام کو پہچانتے ہیں، عزت دیتے ہیں، اور اختلاف کو عزت سے سلجھاتے ہیں۔ تواضع سیکھنے کا پہلا زینہ ہے، جو طالبعلم اور استاد دونوں کو تسلیمِ حق، غور و فکر، اور مسلسل ترقی کی طرف لے جاتی ہے۔

اس کے بر خلاف دنیا پرستی تعلیم کو مقابلہ، رٹہ، اور نمبرز کا کھیل بنا دیتی ہے۔ طالبعلم صرف دنیاوی فائدے کے لیے سیکھتا ہے اور استاد صرف تنخواہ یا رتبے کے لیے پڑھاتا ہے۔ گستاخی تعلیمی ادارے میں انار کی، بے ادبی، اور استاد شاگرد کے درمیان فاصلے کو جنم دیتی ہے۔ خودپسندی طالبعلم کو سبق سے پہلے ہی 'کامیاب' سمجھنے لگتی ہے، جس سے وہ سوال، سیکھنے، اور تنقید سے محروم ہو جاتا ہے۔

یہ تین صفات — پارسائی، مروّت، اور تواضع — عقل کو ضمیر، وسعت، اور تہذیب عطا کرتی ہیں۔ ان سے عقل صرف علم کی روشنی نہیں بلکہ نورِ ہدایت کا منبع بن جاتی ہے۔ جب عقل ان صفات سے مزین ہو تو وہ خود کو بھی پہچانتی ہے اور دوسرے کو بھی سمجھتی ہے۔ جبکہ دنیا پرستی، گستاخی اور خودپسندی عقل کو خالص حیوانی عقل میں بدل دیتی ہیں، جو صرف اپنے فائدے کے لیے سوچتی ہے اور ہر سچ، ہر اصول، اور ہر تعلق کو قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ ایسی عقل عقل نہیں رہتی بلکہ جہالت کا ہتھیار بن جاتی ہے۔

ساتویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- آرام و سکون
- دانشمندی
- خاموشی

جہل کے لشکر:

- جلد بازی
- بے عقلی
- بے تکا بولنا

سماجیات میں "آرام و سکون" ایک ایسا طرزِ زندگی پیدا کرتا ہے جس میں فرد جذباتی ہیجان سے نکل کر سنجیدگی، غور و فکر، اور سماجی توازن کو اہمیت دیتا ہے۔ ایسا شخص دوسروں کے ساتھ تحمل سے پیش آتا ہے، سماجی رویوں میں شدت نہیں لاتا، اور باہمی امن و سکون کی بنیاد رکھتا ہے۔ دانشمندی معاشرے میں سمجھ بوجھ، تجربے، اور حکمتِ عملی کو فروغ دیتی ہے؛ افراد خود اور دوسروں کے مفاد

کو متوازن انداز میں سمجھ کر فیصلے کرتے ہیں۔ خاموشی، اگرچہ سادہ وصف معلوم ہو، مگر سماجی تعامل میں یہ سننے، سیکھنے، اور فالتو شور سے پرہیز کی بہترین علامت ہے۔ ایسے معاشرے میں افواہوں، غیبت، اور غیر ضروری انتشار کی فضا نہیں بنتی۔

اس کے برعکس جلد بازی معاشرے کو بے صبری، اشتعال انگیزی، اور جذباتی فقرے بازی کی طرف لے جاتی ہے۔ ایسے افراد نہ خود سوچتے ہیں نہ دوسروں کو سننے کی فرصت دیتے ہیں، جس سے ٹکراؤ، ناچاقی، اور پچھتاوے جنم لیتے ہیں۔ بے عقلی یعنی بغیر تدبر یا تجربے کے فیصلے، انفرادی نقصان سے لے کر اجتماعی بحران تک پہنچ سکتے ہیں۔ جب لوگ عقل سے نہیں بلکہ جذبات سے کام لیں، تو سچ و باطل کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ بے تکا بولنا وہ بیماری ہے جو معاشرتی مکالمے کو شور میں بدل دیتی ہے۔ اس سے نہ صرف سچائی دب جاتی ہے بلکہ اختلاف رائے بھی نفرت انگیزی بن جاتا ہے۔

سیاسیات میں "آرام و سکون" اس بات کی علامت ہے کہ قیادت اپنے فیصلوں میں پختگی، صبر، اور دوراندیشی رکھتی ہے۔ وہ ہر احتجاج یا بحران پر جلد ردعمل دینے کے بجائے حکمت اور قانونی طریقے سے معاملے کو سلجھاتی ہے۔ دانشمندی قیادت کو اپنی قوم، وقت، اور حالات کی گہرائی سے سمجھ عطا کرتی ہے، جس سے

فیصلے وقتی مفاد نہیں، بلکہ دیرپا اثرات کے مطابق کیے جاتے ہیں۔ خاموشی سیاست میں گہری بصیرت، توازن، اور تدبر کی علامت بن جاتی ہے، جو قیادت کو بے مقصد بولنے، جھوٹے وعدے دینے، یا دوسروں کی کردار کشی سے بچاتی ہے۔

دوسری طرف جلدبازی پر مبنی سیاسی فیصلے اکثر قوموں کو بحران میں دھکیل دیتے ہیں، چاہے وہ پالیسی ہو، بین الاقوامی تعلقات ہوں، یا داخلی معاملات۔ بے عقلی والی قیادت قوم کے وسائل، وقت، اور اعتماد کو ضائع کرتی ہے، کیونکہ وہ سیکھنے اور مشورہ لینے کی زحمت نہیں کرتی۔ بے تکا بولنے والی سیاست عوام کو سچائی سے دور، جوشیلے نعروں اور زبانی حملوں میں الجھا دیتی ہے، جس سے ادارے کمزور اور اقدار پامال ہو جاتی ہیں۔

تعلیم و تربیت کے تناظر میں آرام و سکون وہ تعلیمی فضا پیدا کرتا ہے جس میں طالبعلم اور استاد دونوں ذہنی سکون سے علم حاصل اور منتقل کرتے ہیں۔ ایسا ماحول تخلیقی سوچ، تحمل اور تنقیدی فہم کے فروغ کا سبب بنتا ہے۔ دانشمندی اساتذہ و طلبہ کو عارضی رٹہ بازی سے نکال کر گہرائی میں جانے، علم کے اصول سمجھنے اور عملی زندگی سے جوڑنے کی تربیت دیتی ہے۔ خاموشی، خاص طور پر طالبعلم کے لیے، سننے، سمجھنے، اور سوچنے کی صلاحیت کو نکھارتی ہے۔ سیکھنے کا پہلا مرحلہ ہی خاموشی سے سنا جانا ہے۔

اس کے برعکس جلد بازی طالبعلم کو جلد نمبر لینے، فوراً کامیاب ہونے یا دوسروں سے آگے نکلنے کی دوڑ میں مبتلا کر دیتی ہے، جس سے وہ علم کی روح کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ بے عقلی تعلیمی فیصلوں میں جذبات، انا، اور سطحی خواہشات کو شامل کر دیتی ہے، جس سے نہ تدریس کا معیار بنتا ہے، نہ سیکھنے کا۔ بے تکا بولنا اساتذہ کی وقعت گھٹاتا ہے، طالبعلم کی سنجیدگی کو کم کرتا ہے، اور علمی گفتگو کو جھگڑالو بحث میں بدل دیتا ہے۔

یہ تین صفات — آرام و سکون، دانشمندی، اور خاموشی — عقل کو گہرائی، صبر، اور حکمت عطا کرتی ہیں۔ ان سے عقل سطحی ردِ عمل سے بچتی ہے اور فہم و تدبر کے ساتھ فیصلے کرتی ہے۔ جب عقل ان اوصاف سے مزین ہو تو وہ صرف سوچنے والی قوت نہیں بلکہ خاموشی میں بھی عمل کی تیاری کرتی ہے۔ اس کے برعکس جلد بازی، بے عقلی، اور بے تکا بولنا عقل کی جڑیں کاٹ دیتے ہیں، فرد کو فریب، شور، اور وقتی فتنہ پرستی کی طرف لے جاتے ہیں، جس سے عقل اپنے مرکز سے ہٹ کر صرف شور بن کر رہ جاتی ہے۔

آٹھویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- رام ہونا
- حق تسلیم کرنا
- صبر وضبط

جہل کے لشکر:

- لڑائی جھگڑا کرنا
- سچائی کو جھٹلانا
- بیتابی

سماجی تناظر میں رام ہونا ایک ایسی کیفیت ہے جس میں انسان دوسروں کی بات سننے، دلیل قبول کرنے، اور اصلاح کو خوش دلی سے اپنانے پر آمادہ ہوتا ہے۔ ایسے افراد خاندان، برادری اور معاشرے کے اندر نرم خوئی اور تعاون کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ وہ معاشرتی تنازعات کو بگاڑنے کے بجائے سلجھانے میں کردار ادا کرتے ہیں۔ حق تسلیم کرنا سچائی کی روشنی کو دل و دماغ میں جگہ دینے کا نام

ہے، جو فرد کو عناد، ضد اور جہالت سے نجات دیتا ہے۔ جب کوئی فرد یا سماج سچ کو ماننے کا ظرف پیدا کر لیتا ہے تو وہ ترقی، اصلاح اور ہم آہنگی کی طرف بڑھتا ہے۔ صبر و ضبط وہ بنیادی وصف ہے جو انسان کو ردعمل کے بجائے تدبر، جذبات کے مقابلے میں بصیرت، اور شدید حالات میں بھی وقار سے کام لینے کی تعلیم دیتا ہے۔ صبر وہ ڈھال ہے جو سماج کو غیض و غضب، بے چینی اور نفرت سے بچاتی ہے۔

اس کے برخلاف لڑائی جھگڑا کرنا ایک ایسا رویہ ہے جو اجتماعی سطح پر بداعتمادی، تشدد اور دشمنی کو فروغ دیتا ہے۔ ایسے افراد معمولی اختلاف کو جنگ بنا دیتے ہیں اور رشتوں کو زہر آلود کر دیتے ہیں۔ سچائی کو جھٹلانا وہ اخلاقی زوال ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کو باطل پر قائم رکھتا ہے؛ نتیجتاً ہر خیر، عدل، اور ترقی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ بیتابی یعنی بے صبری، زندگی کے ہر میدان میں جلد بازی، بدگمانی، اور وقتی ردعمل کی بنیاد پر فیصلے کرواتی ہے، جس سے معاشرتی استحکام خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

سیاسیات میں رام ہونا ایک ایسی قیادت یا سیاسی کارکن کی علامت ہے جو مشورہ سنتا ہے، اختلاف کو برداشت کرتا ہے اور اصلاح کو قبول کرتا ہے۔ ایسا شخص اپنی انا کے بجائے حق کو اہمیت دیتا ہے، جس سے سیاسی فضا میں رواداری پیدا ہوتی ہے۔

حق تسلیم کرنے والی قیادت حقیقت پسند ہوتی ہے، اعترافِ غلطی سے نہیں گھبراتی، اور سچائی پر کھڑا ہونا سیکھ لیتی ہے، خواہ وہ اس کے سیاسی مفاد کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ صبر و ضبط سیاسی قیادت کو احتجاج، بحران، یا تنقید کے وقت جذباتی رویوں سے بچاتا ہے، اور تدبر، مستقل مزاجی، اور وقت کی نزاکت کو سمجھ کر حکمتِ عملی اختیار کرنے میں مدد دیتا ہے۔

اس کے مقابل میں لڑائی جھگڑا کرنے والی سیاست انتشار، تصادم، اور عوامی اشتعال کو ہوا دیتی ہے۔ ایسی سیاست دلیل کے بجائے طاقت اور بدکلامی پر انحصار کرتی ہے۔ سچائی کو جھٹلانے والی سیاست جھوٹے بیانیے، فریب اور منافقت پر مبنی ہوتی ہے، جس سے عوام کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ بیتابی سیاسی فیصلوں کو جلدبازی، غیر مستقل مزاجی، اور وقتی نعرہ بازی کا شکار بناتی ہے، جو ریاستی اداروں کو غیر مستحکم اور پالیسی کو سطحی بنا دیتی ہے۔

تعلیم و تربیت کے میدان میں رام ہونا طالبعلم کو سیکھنے کے لیے کھلے ذہن اور نرم رویے سے مزین کرتا ہے۔ وہ استاد کی اصلاح، نصیحت اور مشورے کو قبول کرتا ہے، جس سے اس کی شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ حق تسلیم کرنے والا طالبعلم غلطی پر ضد نہیں کرتا بلکہ اعتراف کرتا ہے، درست علم کو اپناتا ہے اور مسلسل بہتری کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ صبر و ضبط تعلیمی کامیابی کا بنیادی راز ہے۔ یہ

طالبعلم کو مشکلات، تاخیر، اور محنت سے گھبرانے نہیں دیتا بلکہ استقامت اور قربانی کا مزاج پیدا کرتا ہے۔

دوسری جانب لڑائی جھگڑا کرنے والا طالبعلم استاد، والدین اور ساتھیوں سے مستقل تنازعات میں الجھا رہتا ہے، جو تعلیم کو تعطل اور ماحول کو مکدر بنا دیتا ہے۔ سچائی کو جھٹلانے والا طالبعلم تنقید سے چڑتا ہے، اصلاح سے انکار کرتا ہے، اور ہمیشہ اپنی غلطی کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے، جو سیکھنے کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ بیتابی علم حاصل کرنے کے لیے درکار وقت، محنت اور تدبر کو بیکار سمجھ کر طالبعلم کو یا تو بہت جلد مایوس کر دیتی ہے یا عارضی کامیابیوں کے پیچھے اندھا کر دیتی ہے۔

یہ صفات — رام ہونا، حق تسلیم کرنا، اور صبر وضبط — عقل کو وسعت، نرمی، اور گہرائی عطا کرتی ہیں۔ عقل ان کے ذریعے حق کے آگے جھکنا سیکھتی ہے، اور جذباتی طوفانوں میں بھی اپنے مرکز پر قائم رہتی ہے۔ ان کے برعکس لڑائی، انکارِ حق، اور بیتابی عقل کو جذباتی ہیجان، ضد اور خود فریبی کا اسیر بنا دیتی ہیں، جس سے عقل کی بصیرت چھن جاتی ہے اور انسان خواہش، انانیت، اور جہالت کی دلدل میں گر جاتا ہے۔

نویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- بے نیازی
- چشم پوشی
- یادرکھنا

جہل کے لشکر:

- نیاز مندی
- انتقام لینا
- بے خبر رہنا

سماجیات میں بے نیازی ایک ایسی باوقار کیفیت ہے جو انسان کو دوسروں کے مال، حیثیت یا تعریف کی طلب سے آزاد رکھتی ہے۔ ایسا فرد اپنی عزت نفس، خودداری اور وقار کے ساتھ جیتا ہے اور سماج کو لالچ، حسد اور غلامی کے چنگل سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ چشم پوشی وہ وصف ہے جو باہمی تعلقات میں درگزر، معافی اور وسعت قلبی کو فروغ دیتا ہے۔ چشم پوشی کرنے والا شخص

دوسروں کی لغزشوں کو معاف کرکے رشتوں کو بچاتا ہے، اور معاشرے میں تلخی کے بجائے الفت پیدا کرتا ہے۔ یاد رکھنا، یعنی تجربات، نصیحتوں، اور سچائی کو ذہن میں محفوظ رکھنا، عقل کا لازمی جز ہے؛ یہ فرد کو غلطیوں سے سیکھنے اور سبق حاصل کرنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے، جو معاشرتی ارتقاء کا ذریعہ بنتی ہے۔

اس کے مقابل میں نیاز مندی کا مطلب ہے ہر وقت دوسروں کی توجہ، مہربانی یا فائدے کی امید رکھنا۔ ایسا فرد سماج میں خود مختار کردار ادا کرنے کے بجائے محتاجی اور چاپلوسی کے ذریعے مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، جو اس کی شخصیت کو کمزور کر دیتا ہے۔ انتقام لینا ایک زہر کی طرح ہے جو صرف دشمن کو نہیں بلکہ خود فرد اور اس کے آس پاس کے معاشرتی ماحول کو بھی جلا دیتا ہے۔ یہ وصف عفو، اصلاح اور ہمدردی کو ختم کرکے دشمنی، انتقام اور مسلسل کشیدگی کو پروان چڑھاتا ہے۔ بے خبر رہنا جہالت کی وہ علامت ہے جو انسان کو اپنے حالات، ذمہ داریوں اور معاشرتی کردار سے غافل کر دیتی ہے۔ ایسا فرد نہ سیکھتا ہے، نہ سکھاتا ہے، اور نہ کسی تعمیری کام میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

سیاسیات میں بے نیازی اس قیادت کا وصف ہے جو اقتدار، شہرت یا لالچ کے بجائے اصول اور خدمت کو ترجیح دیتی ہے۔ ایسی قیادت اپنی شخصیت کے سحر سے آزاد ہو کر عوامی فلاح کو مقدم جانتی ہے۔ چشم پوشی سیاسی بصیرت کی علامت

ہے، جو چھوٹے مسائل یا مخالفین کی لغزشوں کو نظر انداز کر کے بڑی حکمت اور استحکام کا مظاہرہ کرتی ہے۔ یاد رکھنا قیادت کو ماضی کے تجربات، تاریخی اسباق اور اجتماعی حافظے سے جڑے رکھنے میں مدد دیتا ہے، جو مستقبل کے فیصلوں کو نکھارتا ہے۔

اس کے برخلاف نیاز مندی سے متاثر قیادت ہر طاقتور سے وابستگی، جھکاؤ اور چاپلوسی کی بنیاد پر پالیسیاں بناتی ہے، جس سے قومی خودداری ختم ہو جاتی ہے۔ انتقام پر مبنی سیاست اختلافِ رائے کو دشمنی میں بدل دیتی ہے اور انتقام کی آگ میں عوامی مسائل جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ بے خبری وہ پستی ہے جہاں قیادت زمینی حقائق، عوامی مسائل، یا بین الاقوامی صورتِ حال سے نابلد ہو کر قوم کو دھوکے، تباہی اور جمود میں دھکیل دیتی ہے۔

تعلیم و تربیت میں بے نیازی ایک ایسے طالبعلم اور معلم کو جنم دیتی ہے جو علم کو ذاتی فائدے یا شہرت کے بجائے خالص نیت، اخلاص، اور رضائے الٰہی کے لیے سیکھتا اور سکھاتا ہے۔ چشم پوشی تعلیمی اداروں میں طلبہ و اساتذہ کے درمیان عفو، درگزر اور باہمی احترام کو فروغ دیتی ہے، جس سے تعلیمی ماحول میں نرم خوئی اور برداشت جنم لیتی ہے۔ یاد رکھنا سیکھنے کا بنیادی اصول ہے؛ علم اسی وقت مفید ہوتا

ہے جب وہ یاد رکھا جائے، ذہن میں محفوظ رہے اور موقع پر بروئے کار لایا جائے۔

اس کے برخلاف نیاز مندی طالبعلم کو دوسروں سے ہر وقت سہارا لینے والا، خوداعتماد سے محروم، اور دوسروں کی تعریف پر جینے والا بنا دیتی ہے۔ انتقام کی فضا تعلیمی اداروں کو دشمنی، گروہ بندی، اور نفرت کے ماحول میں بدل دیتی ہے، جہاں سیکھنے کی بجائے لڑنے کا مزاج پروان چڑھتا ہے۔ بے خبری وہ زوال ہے جس میں طالبعلم کو نہ اپنے ماضی کی خبر ہوتی ہے، نہ حال کا فہم، اور نہ مستقبل کی تیاری۔ ایسا طالبعلم علم کے باوجود اندھیرے میں بھٹکتا رہتا ہے۔

یہ تین صفات —— بے نیازی، چشم پوشی، اور یادرکھنا —— عقل کو آزادی، وسعت اور شعور عطا کرتی ہیں۔ یہ عقل کو صرف سوچنے والا ذہن نہیں بلکہ باکردار، بصیرت مند، اور حکیم فہم عطا کرتی ہیں۔ ان کے برعکس نیاز مندی، انتقام اور بے خبری عقل کو غلامی، تعصب اور غفلت کی زنجیروں میں جکڑ دیتی ہیں، جس سے عقل، خواہشات، انا اور جاہلیت کی قید میں اپنی روشنی کھو دیتی ہے۔ عقل تبھی محفوظ رہتی ہے جب وہ بے نیازی سے بلند، چشم پوشی سے نرم، اور یادداشت سے بیدار ہو۔

دسویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- دوسروں کی نیکیوں کو یاد رکھنا
- محبت و عطوفت رکھنا
- قناعت

جہل کے لشکر:

- فراموشی
- دور رہنا/ کنارہ کرنا
- حرص

سماجی تناظر میں دوسروں کی نیکیوں کو یاد رکھنا ایک ایسا اخلاقی وصف ہے جو شکر گزاری، تعلقات کی پائیداری، اور مثبت معاشرتی فضا کو فروغ دیتا ہے۔ جب کوئی فرد یا معاشرہ کسی کے احسان کو یاد رکھتا ہے، تو اس میں وفاداری، اعتماد اور باہمی احترام کا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ محبت و عطوفت رکھنا وہ بنیاد ہے جس پر انسانوں کے درمیان ہم دردی، قربانی، اور باہمی مدد کا نظام قائم ہوتا ہے۔ یہ

وصف معاشرتی جمود کو ختم کر کے تعلقات کو متحرک اور مؤثر بناتا ہے۔ قناعت ایک سماجی توازن پیدا کرتی ہے جو انسان کو اپنے حصے پر راضی رکھتی ہے، جس سے معاشرتی حرص، حسد، اور مادہ پرستی کی دوڑ کو روکا جا سکتا ہے۔

اس کے برعکس فراموشی صرف احسانات کو بھولنا ہی نہیں بلکہ تاریخ، تعلق، اور ذمہ داری کو نظر انداز کرنے کا رویہ ہے۔ یہ بے وفائی، ناسپاسی، اور قطع تعلق کی فضا کو جنم دیتا ہے۔ محبت سے دوری یا کنارہ کشی ایک ایسے فرد یا معاشرے کو جنم دیتی ہے جو نہ صرف تنہا ہوتا ہے بلکہ دوسروں کی محبت سے محروم، اور تعاون سے الگ تھلگ ہوتا ہے۔ حرص وہ آگ ہے جو معاشرے کو عدم توازن، استحصال، اور ناانصافی کی طرف لے جاتی ہے۔ حرص انسان کو دوسروں کا حق ہڑپ کرنے، حلال و حرام کی تمیز بھلانے، اور روحانی زوال کی طرف دھکیلتی ہے۔

سیاسیات میں دوسروں کی نیکیوں کو یاد رکھنا وہ طرزِ سیاست ہے جو احسان فراموشی کے بجائے وفاداری، شرافت، اور شکر گزاری کو ترجیح دیتی ہے۔ ایسی قیادت اپنے کارکنان، اتحادیوں، اور عوام کی قربانیوں کو فراموش نہیں کرتی بلکہ ان کے ساتھ عہد و پیمان نبھاتی ہے۔ محبت و عطوفت سے بھرپور سیاست عوام دوست ہوتی ہے، جو خدمت، شفقت، اور نرمی سے دل جیتتی ہے نہ کہ جبر یا مکر

ہے۔ قناعت والی قیادت اقتدار اور دولت کی ہوس سے بلند ہو کر خدمت، اصلاح، اور عدل کے لیے سیاست کو ذریعہ بناتی ہے، نہ کہ اپنی ذات کے فائدے کے لیے۔

اس کے برخلاف فراموشی پر مبنی سیاست وعدہ خلافی، اصول شکنی، اور موقع پرستی کو فروغ دیتی ہے، جو عوام کو مایوسی، بداعتمادی، اور سیاسی لاتعلقی کی طرف لے جاتی ہے۔ محبت سے دوری اختیار کرنے والی سیاست نفرت، تفریق، اور تشدد پر کھڑی ہوتی ہے، جس سے قوم میں نفاق، خوف، اور دوری پیدا ہوتی ہے۔ حرص کی سیاست بدعنوانی، اقربا پروری، اور عوامی دولت کی لوٹ مار میں ظاہر ہوتی ہے، جس سے ریاست کاڈھانچہ بوسیدہ اور قوم کمزور ہو جاتی ہے۔

تعلیم و تربیت کے تناظر میں دوسروں کی نیکیوں کو یاد رکھنا طالبعلم میں ادب، انکساری، اور شکرگزاری کا مزاج پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنے اساتذہ، والدین، اور معاشرتی سرپرستوں کی خدمات کو فراموش نہیں کرتا اور ان کے حق میں خیر خواہی اختیار کرتا ہے۔ محبت و عطوفت تعلیم کا وہ جذبہ ہے جس سے استاد اور شاگرد کے درمیان تعلق صرف نصاب سے نہیں بلکہ دل سے جڑ جاتا ہے، اور سیکھنے کا عمل مؤثر، بامقصد اور خوشگوار بن جاتا ہے۔ قناعت طالبعلم کو فضول

مقابلہ بازی، حسد، اور غیر ضروری خواہشات سے بچا کر علم، کردار، اور حکمت پر مرکوز رکھتی ہے۔

اس کے مقابل میں فراموشی طالبعلم کو ناشکرا، بے مروّت، اور خودغرض بناتی ہے، جو نہ سیکھتا ہے اور نہ ہی دوسروں کے سکھانے کی قدر کرتا ہے۔ محبت سے دوری تعلیمی ماحول میں سردمہری، فاصلہ، اور بے ربطی پیدا کرتی ہے، جس سے نہ استاد پر اثر رہتا ہے اور نہ طالبعلم پر جذبہ۔ حرص تعلیم کو صرف دنیاوی کامیابی، عہدے، اور تنخواہ کی بنیاد پر ناپنے کا رجحان پیدا کرتی ہے، جو تعلیم کے اخلاقی، روحانی، اور تمدنی پہلو کو برباد کر دیتی ہے۔

یہ صفات — نیکیوں کو یاد رکھنا، محبت، اور قناعت — عقل کو تعلق، توازن، اور بصیرت عطا کرتی ہیں۔ یہ عقل کو جذباتی حرارت سے نکال کر شعوری بیداری، دوسروں کی قدر، اور روحانی تسکین کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان کے برخلاف فراموشی، دوری، اور حرص عقل کو ناشکری، نفرت، اور مادہ پرستی کے اندھیرے میں گرا دیتی ہیں، جہاں انسان صرف اپنے لیے جیتا ہے اور اپنی عقل کو دوسروں کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ عقل تبھی سلامت رہتی ہے جب وہ قناعت کی روشنی، محبت کی گرمی، اور یادداشت کی حکمت کے ساتھ جڑی ہو۔

گیارھویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- کوششوں میں شریک کرنا
- دوستی
- وعدہ وفا کرنا

جہل کے لشکر:

- خودسری
- دشمنی
- وعدہ خلافی

سماجی تناظر میں کوششوں میں شریک کرنا ایک ایسا وصف ہے جو اجتماعی تعاون، اشتراک عمل، اور برادری کے جذبے کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے ذریعے معاشرہ خودغرضی کے بجائے باہمی ذمہ داری پر قائم ہوتا ہے۔ فرد اپنے مفاد سے بڑھ کر اجتماعی بھلائی کی طرف مائل ہوتا ہے، جو سماج کو مضبوط اور مستحکم بناتا ہے۔ دوستی، جس کا مطلب خیر خواہی، اعتماد اور انس ہے، وہی عنصر ہے جو افراد کو

ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے، دلوں کو جوڑتا ہے، اور اختلاف کو برداشت میں بدل دیتا ہے۔ وعدہ وفا کرنا وہ اخلاقی ستون ہے جس پر معاشرتی اعتبار قائم ہوتا ہے؛ جب انسان اپنے قول کا پابند ہوتا ہے تو اعتماد، امن اور استحکام کا ماحول جنم لیتا ہے۔

اس کے برعکس خودسری ایک سماجی فاصلہ، ضد اور انانیت کو بڑھاتی ہے۔ خودسری کرنے والا فرد دوسروں کی رائے، مشورے یا تعاون کو حقیر جانتا ہے، جس سے سماج میں انفرادیت پرستی، ٹوٹ پھوٹ اور بکھراو پیدا ہوتا ہے۔ دشمنی ایک زہر کی طرح سماجی رشتوں کو کاٹ دیتی ہے، محبت، ہمدردی، اور اجتماعی فلاح کی جگہ نفرت، انتقام اور عداوت لے لیتی ہے۔ وعدہ خلافی نہ صرف فرد کی ساکھ کو گراتی ہے بلکہ پورے معاشرے میں بے اعتمادی، شکوک اور دھوکہ دہی کا ماحول قائم کر دیتی ہے۔

سیاسیات میں کوششوں میں شریک ہونا ایک ایسی قیادت اور طرزِ حکمرانی کی علامت ہے جو مشاورت، عوامی شرکت، اور اجتماعی فیصلے پر یقین رکھتی ہے۔ ایسی سیاست جمہوریت، شفافیت اور عدل کو فروغ دیتی ہے۔ دوستی سیاست میں رواداری، سفارت، اور اتفاقِ رائے کی بنیاد بنتی ہے۔ وہ قیادت جو دوستی کو اہمیت دیتی ہے، وہ دشمن بنانے کے بجائے تعلقات بناتی ہے۔ وعدہ وفا کرنے والی

قیادت اپنے منشور، وعدوں، اور اہداف سے مخلص ہوتی ہے، جو عوام کو اعتماد، امید، اور تسلی عطا کرتی ہے۔

اس کے برعکس خودسری پر مبنی قیادت مشورے کو نظر انداز کرکے ذاتی انا اور اقتدار کی ہوس کے تحت فیصلے کرتی ہے، جو ریاست کو غیر مستحکم اور عوام کو محروم کر دیتی ہے۔ دشمنی کی بنیاد پر چلنے والی سیاست سیاسی انتقام، گروہی تعصب، اور نفرت انگیزی کی فضا پیدا کرتی ہے، جو ریاستی اداروں اور عوامی وحدت کو تباہ کرتی ہے۔ وعدہ خلافی سے عوام کا اعتماد اٹھ جاتا ہے، عوامی بیداری مایوسی میں بدل جاتی ہے، اور سیاسی نظام بدعنوانی اور فریب کا شکار ہو جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت کے میدان میں کوششوں میں شریک ہونا طلبہ کے اندر ٹیم ورک، باہمی مدد، اور اجتماعی مقصد کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ تربیت نوجوانوں کو خودغرضی سے نکال کر سماجی شعور اور عملی خدمت کے جذبے سے متصف کرتی ہے۔ دوستی تعلیمی اداروں میں مثبت ماحول، ہم آہنگی، اور تعاون پیدا کرتی ہے۔ ایک طالبعلم جب دوستوں کے ساتھ اخلاص سے سیکھتا ہے، تو سیکھنے کا عمل بھی گہرا اور مسلسل ہو جاتا ہے۔ وعدہ وفا کرنا طالبعلم کو ذمہ داری، وقت کی پابندی، اور اخلاقی دیانت سکھاتا ہے، جو تعلیمی و پیشہ ورانہ زندگی کی بنیاد ہے۔

اس کے بر خلاف خود سری تعلیم میں ضد، انکار، اور نافرمانی کا مزاج پیدا کرتی ہے، جو طالبعلم کو علم، استاد، اور جماعت سے دور لے جاتی ہے۔ دشمنی کی فضا تعلیمی اداروں میں گروہ بندی، حسد، اور نفرت کو جنم دیتی ہے، جس سے سیکھنے کا ماحول مسموم ہو جاتا ہے۔ وعدہ خلافی تربیت کے اس جوہر کو برباد کر دیتی ہے جو طالبعلم کو باکردار، بااعتماد، اور قابلِ بھروسا انسان بناتا ہے؛ ایسے فرد پر نہ تعلیمی میدان میں اعتبار کیا جا سکتا ہے اور نہ معاشرتی۔

یہ اوصاف — کوششوں میں شریک ہونا، دوستی، اور وعدہ وفا کرنا — عقل کو تعلق، اعتبار، اور سماجی شعور عطا کرتے ہیں۔ عقل کو یہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ وہ صرف اپنے فائدے کے بجائے اجتماعی فلاح کو مقصد بنائے، اور اپنے وعدوں کو عمل میں تبدیل کرے۔ ان کے برعکس خود سری، دشمنی، اور وعدہ خلافی عقل کو ضد، بدگمانی، اور خودغرضی کے دائرے میں قید کر دیتی ہیں، جہاں نہ عقل کا نور بچتا ہے، نہ سچائی کی طلب۔ عقل وہی ہے جو دوسروں کو ساتھ لے کر چلے، جو تعلقات کو نبھائے، اور جس کی بات پر اعتماد کیا جا سکے۔

بارھویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- فرمانبرداری
- سر جھکانا
- سلامتی

جہل کے لشکر:

- نافرمانی
- بلندی کی طرف بھاگنا
- بیماری

سماجی تناظر میں فرمانبرداری ایک ایسی خوبی ہے جو نظم، اطاعت، اور تعلقات میں ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے۔ یہ والدین، اساتذہ، یا سماجی رہنماؤں کے لیے عزت اور اعتماد کا ذریعہ بنتی ہے۔ جب معاشرے کے افراد فرماں بردار ہوتے ہیں تو وہ ضابطے، اخلاقی اصول، اور باہمی ذمہ داریوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ سر جھکانا، یعنی انکساری اور عاجزی اختیار کرنا، فرد کو انا، تکبر، اور ضد سے بچاتا ہے اور

معاشرے میں تواضع وبردباری کی فضا قائم کرتا ہے۔ سلامتی ایک اجتماعی حالت ہے جو حسنِ سلوک، عدل، اور ہم آہنگی سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسا ماحول انسان کو خوف، کشمکش، اور عدم تحفظ سے نکال کر سکون، اعتماد، اور روحانی سکون فراہم کرتا ہے۔

اس کے برعکس نافرمانی معاشرے میں بغاوت، بدتمیزی، اور انارکی کو جنم دیتی ہے۔ ایک نافرمان فرد نہ صرف نظم وضبط کو توڑتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی قانون شکنی اور بداخلاقی کی طرف لے جاتا ہے۔ بلندی کی طرف بھاگنا اس شخص کا رویہ ہے جو شہرت، طاقت، اور برتری کی حرص میں عاجزی، قربانی، اور حق پرستی کو بھلا دیتا ہے۔ ایسا رویہ سماجی دراڑ، طبقات میں فرق، اور معاشرتی استحصال کو بڑھاتا ہے۔ بیماری یہاں جسمانی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی بیماری کی علامت بھی ہے، جو افراد اور سماج کو ذہنی پریشانی، بے سکونی، اور تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔

سیاسیات میں فرماں بردار قیادت یا کارکنان نظم ونسق، پالیسی کے تسلسل، اور قیادت کی اطاعت میں استحکام لاتے ہیں۔ ایک ایسا نظام وجود میں آتا ہے جو مشورے، اطاعت، اور وفاداری کی بنیاد پر آگے بڑھتا ہے۔ سر جھکانا سیاسی حکمت اور تدبر کی علامت ہے، جہاں قیادت انا کے بجائے دلیل، اصول، اور خیر عامہ

کے آگے جھکنے کو فوقیت دیتی ہے۔ سلامتی سیاسی امن، اداروں کے استحکام، اور ریاست کی پائیداری کا نتیجہ ہے، جو تبھی ممکن ہے جب قیادت، عوام، اور ادارے باہمی ہم آہنگی سے چلیں۔

دوسری طرف نافرمانی ایسی سیاسی روش ہے جو بغاوت، احتجاج برائے احتجاج، اور انتشار کو فروغ دیتی ہے۔ ایسے حالات میں ادارے کمزور ہو جاتے ہیں، اور قانون بے اثر ہو جاتا ہے۔ بلندی کی طرف بھاگنے والی قیادت یا کارکنان اقتدار، شہرت، اور ذاتی مفاد کے پیچھے بھاگتے ہیں، جس سے خدمت، قربانی، اور صداقت جیسے اوصاف مٹ جاتے ہیں۔ بیماری سیاسی نظام کی وہ حالت ہے جہاں بدعنوانی، نااہلی، اور اخلاقی زوال عام ہو جاتا ہے اور ریاست مسلسل بحران میں پھنسی رہتی ہے۔

تعلیم و تربیت کے تناظر میں فرماں بردار طالبعلم سیکھنے کے لیے آمادہ، استاد کے لیے احترام رکھنے والا، اور تربیت کے لیے موزوں ہوتا ہے۔ ایسے طلبہ میں نظم، انضباط، اور توجہ پائی جاتی ہے، جو سیکھنے کے عمل کو مؤثر بناتی ہے۔ سر جھکانا تعلیم میں انکساری، سیکھنے کی طلب، اور اپنے نقصانات کا اعتراف کرنے کی علامت ہے۔ یہ کیفیت طالبعلم کو مسلسل بہتر بناتی ہے۔ سلامتی تعلیمی ادارے کا وہ ماحول

ہے جس میں ذہنی، جسمانی، اور روحانی سکون ہو، جہاں طلبہ اعتماد سے سیکھیں اور اساتذہ آزادی سے پڑھائیں۔

اس کے برخلاف نافرمانی تعلیمی نظام میں بدنظمی، استاد کی بے توقیری، اور اصولوں کی پامالی کو جنم دیتی ہے۔ ایسا طالبعلم نہ سیکھتا ہے نہ دوسروں کو سیکھنے دیتا ہے۔ بلندی کی طرف بھاگنا تعلیم کو شہرت، مقابلہ بازی، اور دکھاوے کا ذریعہ بنا دیتا ہے، جس سے علم کا اصل مقصد، یعنی حکمت و تزکیہ، زائل ہو جاتا ہے۔ بیماری اگرچہ جسمانی ہو تو سیکھنے میں رکاوٹ بنتی ہے، اور اگر اخلاقی ہو تو طالبعلم کو جھوٹ، حسد، اور خودغرضی جیسے رویوں کا شکار بنا دیتی ہے۔

فرمانبرداری، انکساری، اور سلامتی عقل کو استقامت، حلم، اور بصیرت عطا کرتی ہیں۔ یہ اوصاف عقل کو جذبات سے بلند کر کے اسے اصول، سکون، اور خدا پرستی سے جوڑتی ہیں۔ اس کے برعکس نافرمانی، خودپسندی، اور روحانی بیماری عقل کو سرکش، مغرور، اور بے چین بنا دیتی ہے، یہاں تک کہ عقل خواہش کی غلام، اور ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ عقل کی طاقت نظم، انکساری، اور امن میں ہے؛ اور اس کی موت خواہش، سرکشی، اور فساد میں۔

تیرھویں ۱۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- دوستی
- سچ بولنا
- حق / درستی

جہل کے لشکر:

- نفرت / دوری
- جھوٹ بولنا
- باطل / نادرستی

سماجیات میں دوستی وہ عنصر ہے جو معاشرے کو جوڑتا، افراد کو ایک دوسرے کے قریب لاتا، اور ہمدردی، بھروسے اور اشتراک کو فروغ دیتا ہے۔ سچ بولنا سماجی اطمینان، باہمی اعتبار، اور انصاف کی بنیاد ہے۔ جب کوئی فرد سچائی کا عادی ہوتا ہے تو اس کے اطراف میں لوگوں کو اعتماد، سکون اور حق گوئی کا حوصلہ ملتا ہے۔ حق اور درستی کو اختیار کرنا معاشرتی توازن، حقوق کی ادائیگی، اور انصاف کے

قیام کی کنجی ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں حق کو اہمیت دی جاتی ہے، وہ ظلم، جھوٹ، اور منافقت سے پاک ہوتا ہے۔

اس کے برعکس نفرت اور دوری، معاشرے میں تفریق، تعصب، اور دشمنی کو فروغ دیتی ہے۔ یہ رویہ افراد کے بیچ فاصلہ، بدگمانی، اور بغض کو عام کرتا ہے۔ جھوٹ بولنا سماج میں بداعتمادی، دھوکہ دہی، اور بدامنی کا سبب بنتا ہے۔ ایسا شخص یا گروہ جو جھوٹ کو اپنا شعار بنالے، وہ سچائی، دیانت، اور انصاف کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔ باطل اور نادرستی کو اپنانا ہر اس نظام کو کمزور کر دیتا ہے جو عدل، صداقت اور فضیلت پر قائم ہوتا ہے۔ معاشرہ ظلم و فریب کی دلدل میں دھنس جاتا ہے۔

سیاسیات میں دوستی وہ سفارتی اور سماجی روش ہے جو ملکوں، گروہوں اور طبقات کے درمیان امن، تعاون اور یکجہتی کو پروان چڑھاتی ہے۔ ایسی سیاست دشمنی، انتقام اور تعصب کے بجائے مفاہمت، احترام اور خیر خواہی کو فوقیت دیتی ہے۔ سچ بولنے والی قیادت عوام کا اعتماد حاصل کرتی ہے، اور اس کے فیصلے شفاف اور قابلِ اعتبار ہوتے ہیں۔ حق کی بنیاد پر قائم سیاست ظلم کے مقابل کھڑی ہوتی ہے، عوام کے حقوق کی محافظ ہوتی ہے، اور قانون کو سب کے لیے برابر سمجھتی ہے۔

اس کے برعکس نفرت کی بنیاد پر قائم سیاست گروہی مفادات، نسل پرستی، اور سیاسی انتقام کو ہوا دیتی ہے۔ یہ قیادت قوم کو تقسیم کر کے حکمرانی چاہتی ہے۔ جھوٹ بولنے والی سیاست عوام کو مسلسل گمراہ کرتی ہے، وعدے کرتی ہے مگر وفا نہیں، اور دھوکے پر نظام کو قائم رکھتی ہے۔ باطل کی پشت پناہی کرنے والی سیاست طاقتور کے ساتھ اور مظلوم کے خلاف کھڑی ہوتی ہے، جس سے نظام زوال پذیر ہو جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت میں دوستی ایک ایسا ماحول پیدا کرتی ہے جس میں طلبہ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں، حسد کے بجائے ہمدردی اور مقابلے کے بجائے رفاقت پروان چڑھتی ہے۔ سچ بولنا تربیت کا بنیادی اصول ہے، جو طالبعلم کو اخلاقی طور پر باوقار اور روحانی طور پر مطمئن بناتا ہے۔ حق اور درستی کو سیکھنے، ماننے، اور اپنانے والا طالبعلم صرف امتحان میں کامیاب نہیں ہوتا بلکہ زندگی میں بھی بلند کردار اور بااعتماد انسان بنتا ہے۔

اس کے برعکس نفرت و دوری تعلیمی ادارے میں فتنہ، بدمزگی اور بے ربطی پیدا کرتی ہے۔ جھوٹ بولنے والا طالبعلم یا استاد نہ صرف علم کے حق سے خیانت کرتا ہے بلکہ نظامِ تعلیم میں بے ایمانی اور خودغرضی کا بیج بوتا ہے۔ باطل کو سچ پر ترجیح

دینا تعلیم کو صرف ظاہری کامیابی، نمبر، اور نمود تک محدود کر دیتا ہے، جس سے علم کی روح، یعنی ہدایت، فنا ہو جاتی ہے۔

دوستی، سچائی اور حق پسندی عقل کو شفاف، مربوط، اور صاحبِ بصیرت بناتی ہیں۔ یہ اوصاف عقل کو فکری توازن، جذباتی سچائی، اور روحانی نور عطا کرتے ہیں۔ ان کے برعکس نفرت، جھوٹ اور باطل عقل کو دھوکہ، خود فریبی، اور گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ایسی عقل جو سچ اور حق سے منہ موڑ لے، وہ پھر خواہش کی غلام، ظلم کی وکیل، اور جہل کی پیروکار بن جاتی ہے۔ عقل کی طاقت اس کی اخلاقی سچائی اور باطنی بصیرت میں ہے، اور یہ صرف تب ہی سلامت رہتی ہے جب وہ دوستی، صداقت اور حق کو اپنا شعار بناتی ہے۔

چودھویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- امانت
- پاکدلی
- ہوشیاری

جہل کے لشکر:

- خیانت
- ناپاک دل
- سستی

سماجی سطح پر امانت داری معاشرے کی بنیاد میں وہ اینٹ ہے جو اعتماد، تحفظ اور باہمی بھروسا قائم رکھتی ہے۔ جب افراد ایک دوسرے کی امانتوں کا پاس رکھتے ہیں، خواہ وہ مادی ہوں یا اخلاقی، تو تعلقات مضبوط اور معاشرہ شفاف بنتا ہے۔ پاکدلی انسان کے اندر خلوص، نیت کی صفائی، اور بغض و کینہ سے پاک شخصیت کو ظاہر کرتی ہے، جو دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک، معافی، اور درگزر کو آسان

بناتی ہے۔ ہوشیاری ایک باشعور ذہن کا خاصہ ہے، جو حالات کی نزاکت کو سمجھتا ہے، موقع کی قدر جانتا ہے اور عقل و تدبر سے فیصلے کرتا ہے۔

اس کے مقابل خیانت معاشرے کی رگوں میں زہر گھول دیتی ہے۔ اس سے اعتبار ٹوٹتا ہے، تعلقات کمزور ہوتے ہیں اور ہر شخص دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ناپاک دل رکھنے والا شخص محبت، خلوص اور خیر خواہی کے بجائے حسد، بغض، اور دشمنی کا رویہ اپناتا ہے، جو معاشرتی تفرقہ اور بدگمانی کو جنم دیتا ہے۔ سستی وہ مہلک بیماری ہے جو نہ صرف فرد کو بلکہ پورے معاشرے کو جمود، کاہلی، اور پسماندگی میں دھکیل دیتی ہے، جہاں عمل کی جگہ غفلت اور حرکت کی جگہ جمود چھا جاتا ہے۔

سیاسیات میں امانت دار قیادت اپنی قوم، وسائل، اور ذمہ داریوں کے حوالے سے شفاف، دیانتدار اور جواب دہ ہوتی ہے۔ ایسی قیادت ریاستی اداروں کو طاقتور، عوام کو مطمئن، اور نظام کو بااعتماد بناتی ہے۔ پاکدلی سیاسی خلوص، نظریاتی سچائی، اور ذاتی مفادات سے بالاتر سوچ کی علامت ہے، جو قیادت کو عوامی خیر خواہی اور مستقل مزاجی کی راہ پر رکھتی ہے۔ ہوشیاری سیاسی بصیرت، خارجی خطرات کی شناخت، اور بروقت فیصلوں کی طاقت دیتی ہے، جو ریاست کی بقاء اور ترقی کا ضامن بنتی ہے۔

اس کے برعکس خیانت کرنے والی قیادت کرپشن، لوٹ مار، اور عوامی اعتماد کی بربادی کا باعث بنتی ہے۔ ایسی سیاست میں وسائل قوم کے بجائے افراد کے کام آتے ہیں، اور نظام صرف طاقتور کے فائدے میں ہوتا ہے۔ ناپاک دل رکھنے والی قیادت انتقام، عداوت، اور گروہی تعصب کو فروغ دیتی ہے، جس سے ریاستی ادارے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں۔ سستی قیادت وقت پر فیصلے نہیں کر پاتی، اصلاحات میں تاخیر کرتی ہے، اور یوں ریاست ایک بوجھ بنتی جاتی ہے۔

تعلیم و تربیت کے شعبے میں امانت داری استاد اور طالبعلم دونوں کے لیے بنیادی وصف ہے۔ استاد علم، وقت، اور تربیت کی امانت ادا کرتا ہے اور طالبعلم سیکھنے کے عمل میں سنجیدگی دکھاتا ہے۔ پاکدلی تعلیمی ماحول کو حسد، سازش، اور کینہ سے پاک رکھتی ہے، جہاں سیکھنے اور سکھانے کا عمل خالص نیت سے انجام پاتا ہے۔ ہوشیاری طالبعلم کو صرف رٹے کا نہیں، بلکہ سمجھنے، سوال کرنے، اور نتیجہ نکالنے کا سلیقہ سکھاتی ہے، جو اعلیٰ تعلیم کا اصل مقصد ہے۔

اس کے برعکس خیانت تعلیمی عمل کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہے؛ نقل، جعلی ڈگریاں، اور علمی بددیانتی ایک ایسی نسل کو جنم دیتی ہے جو علم سے زیادہ فریب جانتی ہے۔ ناپاک دل رکھنے والا طالبعلم یا استاد علم کو ترقی یا تزکیہ کے بجائے حسد، برتری، یا ذاتی فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ سستی تعلیم میں بیزاری، وقت

ضیاع، اور غیر سنجیدگی کو جنم دیتی ہے، جس سے نہ خود فرد کچھ حاصل کرتا ہے اور نہ سماج کو کچھ لوٹاتا ہے۔

یہ تین صفات — امانت، پاکدلی، اور ہوشیاری — عقل کو نکھارتی ہیں، اسے بااعتماد، خالص، اور بیدار رکھتی ہیں۔ ایسی عقل درست فیصلے، سچی بصیرت، اور نفع بخش علم پیدا کرتی ہے۔ اس کے برعکس خیانت، ناپاکی، اور سستی عقل کو شک، بدنیتی، اور جمود کی اتھاہ گہرائی میں دھکیل دیتی ہیں، جہاں نہ روشنی رہتی ہے، نہ سمت۔ عقل وہی عقل ہے جو دیانت سے بھرپور، دل کی صفائی سے روشن، اور عمل کے لیے بیدار ہو۔ باقی سب جہالت کی مختلف صورتیں ہیں۔

پندرہویں ۱۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- زیرکی
- شناسائی
- رازداری

جہل کے لشکر:

- بے وقوفی
- ناآشنائی
- راز فاش کر دینا

سماجی سطح پر زیرکی ایک ایسی صفت ہے جو فرد کو حالات، ماحول اور افراد کی نیتوں اور رویوں کو سمجھنے کی صلاحیت دیتی ہے۔ زیرک انسان دوسروں کے جذبات، حالات، اور توقعات کو پہچانتا ہے اور مناسب ردعمل اختیار کرتا ہے، جس سے معاشرتی توازن اور امن قائم رہتا ہے۔ شناسائی، یعنی دوسروں کی پہچان، تاریخ، اقدار، اور سیاق و سباق کی معرفت، انسان کو بہتر تعلقات بنانے، احترام کرنے،

اور تعصبات سے بچنے کی فضا فراہم کرتی ہے۔ راز داری ایک معاشرتی اور اخلاقی قدر ہے جو اعتماد، دوستی، اور باہمی سکون کو مستحکم رکھتی ہے؛ یہ تعلقات کو ٹوٹنے سے بچاتی ہے اور دوسروں کی عزت محفوظ رکھتی ہے۔

اس کے مقابل بے وقوفی ایک ایسی جہالت ہے جو نادانی، غیر متوازن رویے، اور بدسلوکی کو جنم دیتی ہے۔ بے وقوف شخص کے فیصلے غیر سنجیدہ، بے بنیاد اور اکثر نقصان دہ ہوتے ہیں، جو نہ صرف خود اس کے لیے بلکہ اس کے حلقے کے لیے بھی پریشان کن ہوتے ہیں۔ ناآشنائی، یعنی جاہلانہ عدم واقفیت، افراد اور گروہوں کے درمیان غلط فہمی، تعصب، اور بیزاری کو جنم دیتی ہے۔ ایک ناآشنا فرد نہ اپنے مقام کو سمجھتا ہے، نہ دوسرے کی قدر کو۔ راز فاش کر دینا ایک بدترین اخلاقی اور سماجی جرم ہے، جو بھروسے، محبت، اور تعلقات کو تباہ کر دیتا ہے، اور سماجی دھارے کو زہر آلود کر دیتا ہے۔

سیاسی سطح پر زیرکی حکمت عملی، فیصلہ سازی، اور بحران سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔ ایک زیرک سیاستدان یا رہنما نہ صرف اپنے مفادات کی حفاظت کرتا ہے بلکہ قوم، اداروں، اور اصولوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ شناسائی قومی تاریخ، سماجی مزاج، اور عوامی جذبات سے واقفیت کا دوسرا نام ہے، جو قیادت کو عوامی خدمت، اصلاح، اور پالیسی سازی میں مدد دیتی ہے۔ راز داری

قومی مفادات، سفارتی تعلقات، اور حساس معلومات کی حفاظت کے لیے ایک ناگزیر وصف ہے، جو ریاستی سلامتی اور ادارہ جاتی اعتماد کا ضامن ہے۔

بے وقوفی سیاست میں بدنظمی، عوامی مایوسی، اور فیصلوں میں تباہ کن غلطیوں کا سبب بنتی ہے۔ ایسا لیڈر نہ موقع پہچانتا ہے، نہ خطرہ؛ نہ اپنی قوم کو متحد کر سکتا ہے، نہ دشمن کو پہچان سکتا ہے۔ ناآشنائی سیاسی سطح پر ایک اندھی قیادت کی علامت ہے جو زمینی حقائق، عوامی تقاضوں، اور دشمن کے فریب سے ناواقف رہتی ہے، اور یوں اپنے نظام کو خود نقصان پہنچاتی ہے۔ راز فاش کر دینا سیاسی دنیا میں بداعتمادی، بین الاقوامی تنہائی، اور قومی وقار کی پامالی کو جنم دیتا ہے، جو کسی ریاست کی کمزوری کی سب سے بڑی علامت ہوتا ہے۔

تعلیم و تربیت میں زیرکی طلبہ کو صرف معلوماتی یادداشت سے نکال کر تفکر، تحلیل، اور فہم کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ طالبعلم جو زیرک ہوتا ہے، وہ محض نصاب یاد نہیں کرتا بلکہ ہر موضوع کا ربط، مقصد، اور تناظر کو بھی سمجھتا ہے۔ شناسائی تعلیم کو صرف معلوماتی نہیں بلکہ اخلاقی، ثقافتی، اور روحانی شعور کا ذریعہ بناتی ہے۔ رازداری ایک طالبعلم اور استاد کے درمیان اعتماد، مشورے اور تربیت کی راہ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

بے وقوفی تعلیم کو مضحکہ خیز، سطحی، اور مقصد سے خالی بنا دیتی ہے۔ ایسا طالبعلم یا استاد نہ علم کی قدر کرتا ہے، نہ اس کی روشنی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ناآشنائی طالبعلم کو اپنی زبان، دین، تاریخ، اور مقصد سے کاٹ دیتی ہے، جس سے وہ صرف امتحان کے لیے پڑھتا ہے، زندگی کے لیے نہیں۔ راز فاش کر دینا تعلیمی ماحول میں فتنہ، بے اعتباری، اور نفرت کو جنم دیتا ہے، جو ادارے کے وقار اور تربیت کی روح کو تباہ کر دیتا ہے۔

زیرکی، شناسائی، اور رازداری عقل کی مضبوطی کے وہ ستون ہیں جو اسے بصیرت، وسعت، اور اعتماد عطا کرتے ہیں۔ یہ عقل کو فہم، ضبط اور تدبر سے مزین کرتے ہیں۔ ان کے برعکس بے وقوفی، ناآشنائی، اور راز فاش کرنا عقل کو ہلکا، سطحی، اور خائن بنا دیتے ہیں، یہاں تک کہ عقل اپنی ذمہ داری، بصیرت، اور وقار کھو بیٹھتی ہے۔ عقل کا فروغ دانش سے، اور دانش کا فروغ زیرکی، فہم اور حکمت عملی سے ہوتا ہے، جبکہ جہالت کا فروغ ناسمجھی، شور اور بے احتیاطی سے۔

سولہویں ۳۲لشکر

عقل کے لشکر:

- حاضر وغائب میں ایک راستے پر رہنا
- پردہ پوشی
- نماز قائم کرنا

جہل کے لشکر:

- راستے بدلتے رہنا
- افشاء کر دینا
- نماز کو ضائع کرنا

سماجی سطح پر جب کوئی شخص یا گروہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں، خلوت و جلوت میں ایک ہی معیار اور راہ پر قائم رہتا ہے تو وہ معاشرے میں اعتماد، اصول پرستی اور کردار کی طاقت کا مظہر بنتا ہے۔ ایسا فرد دکھاوے سے بالاتر ہوتا ہے، اور قول و فعل میں یکسانیت معاشرتی توازن کو جنم دیتی ہے۔ پردہ پوشی، یعنی دوسروں کی خطاؤں کو چھپانا، معاشرتی ہم آہنگی، احترام، اور اصلاح کے لیے ایک اخلاقی بنیاد

مہیا کرتی ہے، جو بے رحمانہ تنقید کے بجائے ترغیب و تربیت کی فضا بناتی ہے۔ نماز کا قائم رکھنا فرد اور سماج کے اندر خدا کی یاد، نظم و ضبط، روحانی تربیت اور اعلیٰ اخلاق کا تسلسل قائم رکھتا ہے، جو سماجی عدالت اور باطن کی طہارت کو فروغ دیتا ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ ہر موقع پر راستے بدلتے ہیں، ان میں اصولوں کی کمی، موقع پرستی اور نفاق پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ نہ صرف خود غیر معتبر ہو جاتے ہیں بلکہ سماج میں بداعتمادی، دو عملی اور مفاد پرستی کو بڑھا دیتے ہیں۔ افشاء کر دینا، یعنی دوسروں کی پردہ دری کرنا، معاشرے میں خوف، رسوائی، اور باہمی نفرت کو جنم دیتا ہے۔ ایسے ماحول میں افراد ایک دوسرے سے بدگمان رہتے ہیں اور معاشرتی رشتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ نماز کو ضائع کرنا، خواہ عملاً ہو یا اس کی روح کو ترک کرنا، فرد اور معاشرے کو روحانیت سے کاٹ دیتا ہے، جس سے اخلاقی پستی، بے معنویت، اور بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔

سیاسی میدان میں خلوت و جلوت میں ایک جیسے اصولوں پر قائم رہنے والی قیادت اعتماد، شفافیت اور انصاف کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ ایسی قیادت قول و فعل میں تضاد نہیں رکھتی اور اس کی پالیسیاں وقتی مصلحت کے بجائے اصولوں کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔ پردہ پوشی کا مطلب یہاں بدعنوانی کو چھپانا نہیں بلکہ قوم اور

اداروں کی کمزوریوں کو اصلاح کے ذریعے مضبوط کرنا ہے، نہ کہ انہیں رسوا کر کے تباہی کا شکار بنانا۔ نماز جیسا روحانی عمل قیادت کو خدا خوفی، تواضع اور اصول پسندی سکھاتا ہے، جو پالیسی سازی میں عدل اور استقامت کو بڑھاتا ہے۔

برعکس طور پر راستے بدلنے والی قیادت یوٹرن، موقع پرستی اور فریب کا شکار ہوتی ہے۔ ایسی قیادت عوام کا اعتماد کھو دیتی ہے اور قوم کا مقصد بھی غیر واضح ہو جاتا ہے۔ افشاء کر دینے والی قیادت دشمن کو راز دے کر قوم کو کمزور کرتی ہے یا اپنے ہی اداروں کو عوام کی نگاہوں میں رسوا کر دیتی ہے۔ نماز کو ضائع کرنے والی قیادت روحانیت سے خالی، خود غرض اور اقتدار پرستی کا شکار ہو جاتی ہے، جو نہ عدل قائم کر سکتی ہے نہ امانت داری۔

تعلیم و تربیت کے شعبے میں اگر اساتذہ اور ادارے ظاہر و باطن میں یکساں معیار رکھیں تو طلبہ ان سے کردار، اخلاص اور استقلال سیکھتے ہیں۔ پردہ پوشی تربیت میں نرمی، ہمدردی اور اصلاح کے پہلو کو جنم دیتی ہے، جس سے طلبہ میں اعتماد اور اصلاح کی آمادگی پیدا ہوتی ہے۔ نماز کو قائم رکھنا تعلیمی نظام کو وقت کی پابندی، قلبی پاکیزگی، اور مقصدیت کے ساتھ مربوط رکھتا ہے۔

اس کے برعکس راستے بدلتے رہنا تعلیمی نظام میں الجھن، ناپائیداری اور نظریاتی بے راہ روی کو جنم دیتا ہے۔ استاد اور ادارہ اگر بار بار معیار بدلتے رہیں تو طلبہ میں سنجیدگی اور مقصدیت ختم ہو جاتی ہے۔ افشاء کرنا تعلیمی رشتوں میں بداعتمادی، غیبت، اور سازش کو فروغ دیتا ہے۔ نماز کی بے توقیری روحانی خلا، وقت کا ضیاع، اور اخلاقی کمزوری کو جنم دیتی ہے۔

ان صفات کا عقل پر اثر یہ ہے کہ ایک راستے پر قائم رہنا، پردہ پوشی اور نماز عقل کو ضبط، بصیرت اور تقویٰ عطا کرتے ہیں، جس سے وہ نہ صرف اپنے حدود پہچانتی ہے بلکہ اصلاح اور قیادت کی صلاحیت بھی پاتی ہے۔ اس کے برعکس راستے بدلنا، افشاء کرنا، اور نماز کو ضائع کرنا عقل کو منتشر، سطحی اور خواہشات کا اسیر بنا دیتا ہے، جو بالآخر اسے فکری زوال اور اخلاقی بربادی کی طرف لے جاتا ہے۔ عقل کی پختگی کے لیے اصول پسندی، رحم دلی اور عبادت تین بڑے ستون ہیں، اور ان کا فقدان عقل کے زوال کی علامت۔

ستر ھویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- روزہ رکھنا
- جہاد کرنا
- حج کرنا

جہل کے لشکر:

- روزہ خوری کرنا
- جدوجہد سے فرار کرنا
- حج کا وعدہ پورا نہ کرنا

سماجیات میں روزہ رکھنا محض ایک مذہبی عبادت نہیں بلکہ صبر، خود پر قابو، اور معاشرتی ہمدردی کا مظہر ہے۔ جو افراد یا قومیں روزے کے مفہوم کو اپناتی ہیں وہ تقویٰ، مواسات، اور اندرونی نظم و ضبط کے ساتھ جیتی ہیں۔ یہ صفت ایک ایسے معاشرے کو جنم دیتی ہے جہاں جسمانی خواہشات پر قابو، صبر کی طاقت، اور دوسروں کے احساسات کی قدر غالب ہوتی ہے۔ جہاد کرنا، سماجی تناظر میں، ظلم،

جبر، اور ناانصافی کے خلاف عملی قیام ہے۔ وہ قومیں جو اجتماعی اور نظریاتی ظلم کے خلاف آواز اٹھاتی ہیں، وہ باشعور، زندہ اور حق پر قائم معاشرے کی تشکیل کرتی ہیں۔ حج ایک اجتماعیت، مساوات اور روحانی اتحاد کی علامت ہے جو افراد کو قوم، نسل اور طبقاتی فرق سے بالاتر ہو کر ایک عالمی برادری کا حصہ بننے کا شعور دیتا ہے۔

اس کے برعکس روزہ خوری کرنا فرد کی خواہشات پر غلامی، خودغرضی، اور قربانی سے فرار کی علامت ہے۔ ایسا فرد یا معاشرہ صبر، قربانی اور نفس کشی جیسے اوصاف سے محروم رہتا ہے، جو سماجی استحکام کے لیے ضروری ہیں۔ جدوجہد سے فرار وہ رویہ ہے جو ظلم کو تقویت دیتا ہے اور باطل قوتوں کو بے خوف بناتا ہے۔ ایسا معاشرہ مظلوم کو سہارا دینے کے بجائے تماشائی بن جاتا ہے۔ حج کا وعدہ پورا نہ کرنا دین، اصول، اور اہداف سے بے وفائی کی علامت ہے؛ یہ روایتی نفاق کو جنم دیتا ہے جو وعدے اور عزم کے بجائے خودفریبی، سستی اور فریبِ نفس پر قائم ہوتا ہے۔

سیاسیات میں روزے کا تصور قائد اور کارکن میں ضبطِ نفس، اصول پسندی، اور نفع پرستی سے بلند ہونے کی علامت ہے۔ ایک سیاستدان جو "نفس کی بھوک" پر قابو پا سکتا ہے، وہ کرپشن، اقتدار کی ہوس، اور بددیانتی سے محفوظ رہتا ہے۔ جہاد

کرنا سیاسی نظام میں ظلم، استبداد، اور استعماری قوتوں کے خلاف مزاحمت کی علامت ہے؛ یہ جذبہ حقیقی قیادت اور آزادی پسند قوموں کی بنیاد ہے۔ حج کا فلسفہ اتحادِ اُمت، عالمگیریت، اور مساوات پر مبنی قیادت کی روح ہے۔

اس کے مقابل، روزہ خوری جیسا طرزِ عمل قیادت کو خواہشات کا غلام، موقع پرست اور بے مروّت بناتا ہے۔ جدوجہد سے فرار ایک ایسی قیادت کو جنم دیتا ہے جو ظلم کے خلاف خاموش، مصلحت اندیش اور بے حس ہوتی ہے۔ حج کا وعدہ نہ نبھانا وعدہ خلافی، دینی شعور کی کمی اور ریاکاری نمائندگی کا مظہر ہے۔

تعلیم و تربیت میں روزے کی روح استاد اور شاگرد دونوں میں نظم، خود انضباطی، اور روحانی بیداری پیدا کرتی ہے۔ یہ صفت طلبہ کو جلد بازی، نفس پرستی، اور بے سمتی سے محفوظ رکھتی ہے۔ جہاد کرنا، تعلیمی معنی میں، سچ کی تلاش، فکری مزاحمت، اور ظالمانہ نصاب یا استبدادی سوچ کے خلاف علمی قیام کا تقاضا کرتا ہے۔ حج کا فلسفہ تدریسی و تربیتی میدان میں تنوع، عالمگیر سوچ، اور انسانیت کی وحدت کا سبق دیتا ہے۔

اس کے برعکس روزہ خوری جیسے رویے تعلیمی میدان میں وقتی لذت، ناپختگی، اور خودغرضی کو فروغ دیتے ہیں۔ جدوجہد سے فرار علمی کاہلی، تحقیق سے گریز، اور

غلامانہ سوچ کا سبب بنتا ہے۔ حج کے وعدے کو توڑنا، یعنی عالمگیر اخلاقی و فکری اصولوں سے انحراف، ایک ایسی تعلیم پیدا کرتا ہے جو مقصدیت سے خالی اور نفاق سے بھرپور ہوتی ہے۔

عقل کی تقویت روزہ، جہاد اور حج جیسے اعمال سے ہوتی ہے کیونکہ یہ نفس کے خلاف جنگ، حق کے لیے قیام، اور وحدتِ انسانی کا شعور عطا کرتے ہیں۔ یہ اوصاف عقل کو مقصد، استقامت، اور بصیرت عطا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس روزہ خوری، جدوجہد سے فرار، اور وعدہ خلافی عقل کو خواہشات کا غلام، بزدل، اور بے اصول بنا دیتے ہیں، جس سے عقل کی روشنی بجھ جاتی ہے اور جہالت کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ عقل کی بقاء سچائی، ایثار، اور وحدت سے ہے؛ ان کی ضد عقل کے زوال کی علامت ہے۔

اٹھارویں ۳۰ لشکر

عقل کے لشکر:

- بات کو سمجھنا
- والدین کے ساتھ نیکی کرنا
- حق و حقیقت کے ساتھ رہنا

جہل کے لشکر:

- سخن چینی کرنا
- والدین کے ساتھ برائی کرنا
- ریاکاری کرنا

سماج میں "بات کو سمجھنا" عقل کی بنیادی علامت ہے۔ ایک ایسا فرد جو دوسروں کی بات کو گہرائی سے سنتا اور سمجھتا ہے، وہ افواہوں، تعصبات اور غلط فہمیوں کا شکار نہیں ہوتا۔ وہ معاشرتی تعلقات کو مضبوط اور پرامن رکھتا ہے، اور تنازعات کو سلجھانے میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنا صرف اخلاقی فریضہ نہیں بلکہ معاشرتی تسلسل، تجربے کی منتقلی اور نسلوں کے درمیان محبت و

احترام کے پل بنانے کا ذریعہ ہے۔ حق و حقیقت کے ساتھ رہنا ایک ایسا رویہ ہے جو انسان کو ذاتی مفادات سے بالاتر کر کے اصولوں اور انصاف کی بنیاد پر زندگی گزارنے پر آمادہ کرتا ہے، اور ایسا شخص اپنے ارد گرد اصلاحی اثرات مرتب کرتا ہے۔

اس کے برعکس سخن چینی کرنا معاشرتی بگاڑ، بدگمانی، اور گروہی فساد کی جڑ ہے۔ جو افراد دوسروں کی باتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، وہ نہ صرف دوسروں کے تعلقات خراب کرتے ہیں بلکہ خود بھی معاشرتی بے اعتمادی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ والدین کے ساتھ بدسلوکی معاشرے کی بنیادوں کو ہلا دیتی ہے کیونکہ والدین سے بدسلوکی کرنے والا شخص کسی کے ساتھ وفادار یا شفیق نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک ایسی نسل تیار کرتا ہے جو نہ محبت جانتی ہے نہ عزت۔ ریاکاری ایک مہلک سماجی مرض ہے جو نیکی کو دکھاوے، اخلاص کو خودنمائی، اور سچائی کو مکر و فریب میں بدل دیتا ہے، نتیجتاً معاشرہ اندر سے کھوکھلا ہو جاتا ہے۔

سیاسی میدان میں بات کو سمجھنے والے قائدین، اپوزیشن، عوام اور عالمی تعلقات کو بہتر طور پر سنبھال سکتے ہیں۔ وہ سیاسی مکالمے کو فساد میں بدلنے کے بجائے فہم و شعور سے مسائل کا حل نکالتے ہیں۔ والدین سے نیکی کی تربیت ایسے قائد کی شخصیت میں خاندانی اقدار، عزتِ نفس، اور خدمت کا جذبہ پیدا کرتی ہے، جو

عوام کے لیے بھی خیر خواہی کا سبب بنتی ہے۔ حق کے ساتھ کھڑا رہنے والا سیاستدان مصلحت کے تحت جھکنے کے بجائے اصولی مؤقف اپناتا ہے، جو قوم کی عزت اور استقامت کا باعث بنتا ہے۔

اس کے مقابل، سخن چینی کرنے والا سیاستدان فتنے، بدگمانی اور قوم کو تقسیم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ والدین سے بدسلوکی کرنے والا شخص قیادت میں رحم، مشورہ اور تدبر سے محروم ہوتا ہے۔ ریاکار قیادت دکھاوا تو کرتی ہے مگر قربانی نہیں دیتی، قول تو دیتی ہے مگر عمل نہیں کرتی، اور اس کے اقتدار میں منافقت، بداعتمادی اور مفاد پرستی پنپتی ہے۔

تعلیم و تربیت میں بات کو سمجھنے والا طالبعلم یا استاد علمی گفتگو، تنقید اور تجزیے کے ذریعے فہم پیدا کرتا ہے، جو صرف یادداشت پر مبنی نظام سے کہیں بلند مقام رکھتا ہے۔ والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا طالبعلم احترام، اطاعت، اور تجربے سے سیکھنے کو اہمیت دیتا ہے، اور ایسا ماحول تعلیمی اداروں میں بھی ادب و تواضع کو فروغ دیتا ہے۔ حق کے ساتھ رہنے والا طالبعلم یا معلم علم کے ساتھ ایمانداری اور صداقت کا رشتہ قائم کرتا ہے، جس سے تعلیم صرف ڈگری نہیں بلکہ بصیرت بن جاتی ہے۔

اس کے بر عکس سخن چینی تعلیمی اداروں میں گروہ بندی، حسد اور بگاڑ کو جنم دیتی ہے، جو تعلیم کے ماحول کو زہر آلود کر دیتی ہے۔ والدین سے بد سلوکی کرنے والے طلبہ عام طور پر اساتذہ، اداروں اور نصاب سے بھی بد ظن اور غیر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ ریاکاری ایسے تعلیمی نظام کی بنیاد رکھتی ہے جس میں نمبر تو ہوتے ہیں مگر تربیت نہیں، کامیابیاں ہوتی ہیں مگر مقصد نہیں۔

بات کو سمجھنا، والدین سے نیکی، اور حق کا ساتھ دینا عقل کو سچائی، اخلاق، اور بصیرت عطا کرتے ہیں۔ یہ صفات عقل کو جمود سے نکال کر حرکت، اصلاح اور قیادت کی طرف لے جاتی ہیں۔ اس کے بر عکس سخن چینی، والدین سے بد سلوکی، اور ریاکاری عقل کی سچائی کو مٹا کر اسے خود فریبی، فتنہ اور جہالت کے اندھیرے میں دھکیل دیتی ہیں۔ عقل کی بقاء علم، اخلاق اور صداقت میں ہے، اور اس کی تباہی منافقت، فریب اور خود غرضی میں۔

انیسویں ۳۰ لشکر

عقل کے لشکر:

- نیکی وشائستہ روش اپنانا
- خود کو چھپانا
- تقیہ کرنا

جہل کے لشکر:

- برائی اورناشائستہ رہنا
- خود کو ظاہر کرنا
- لاپروائی دکھانا

سماجی تناظر میں نیکی اور شائستگی کا رویہ معاشرے کو ایک ایسے ماحول میں ڈھالتا ہے جہاں افراد کے درمیان احترام، حسنِ سلوک اور تہذیب فروغ پاتی ہے۔ ایساماحول افراد میں باہمی اعتماد، رواداری اور اصلاح کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔ "خود کو چھپانا" یعنی اپنے کمالات، عبادات یا نیکیوں کو ظاہر کرنے کے بجائے صرف خدا کے لیے کرنا، معاشرے میں ریاکاری اور خودنمائی کی بیماری سے بچاؤ ہے، جو نیت

کو خالص رکھتی ہے۔ تقیہ ایک عقل مند اجتماعی تدبیر ہے، جو افراد کو ایسے مواقع پر تحفظ فراہم کرتی ہے جہاں اظہارِ حق ممکن نہ ہو اور جان، مال یا دین کا خطرہ ہو۔ اس سے معاشرہ فتنے سے محفوظ رہتا ہے اور اصلاح کی راہ باقی رہتی ہے۔

اس کے برعکس، برائی اور ناشائستگی سماج میں بگاڑ، بدتمیزی اور بے ادبی کو جنم دیتی ہے۔ ایسا رویہ معاشرتی تعلقات کو کمزور، جھگڑالو اور بے عزت بنا دیتا ہے۔ "خود کو ظاہر کرنا" محض خودپسندی کا اظہار نہیں بلکہ فتنہ پروری، تکبر اور دوسروں کی تحقیر کو فروغ دیتا ہے، جو سچے افراد کو پیچھے دھکیل دیتا ہے۔ لاپروائی معاشرے میں بے حسی، بدانتظامی اور ضمیر کی موت کی علامت ہے، جس سے اجتماعی اصلاح کا امکان معدوم ہو جاتا ہے۔

سیاسیات میں شائستگی ایک بالغ سیاسی فضا کو جنم دیتی ہے جہاں اختلاف، تہذیب کے دائرے میں رہ کر حل ہوتا ہے اور مخالف کو دشمن نہیں سمجھا جاتا۔ اپنے کارناموں کو ظاہر کرنے کے بجائے پالیسی پر توجہ دینا، قیادت کو ریا سے بچا کر خلوص اور قربانی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ تقیہ جیسی پالیسی اس بات کی علامت ہے کہ دانا قیادت وقت و حالات کے مطابق حکمت سے کام لیتی ہے اور قوم کے وسیع تر مفاد کو ذاتی اظہار پر مقدم رکھتی ہے۔

جہالت کی ضدی صفات جیسے کہ برائی وناشائستگی، سیاسی ڈائیلاگ کو گالم گلوچ، بہتان تراشی اور ذاتی دشمنی میں بدل دیتی ہیں۔ خودنمائی کا طرز سیاست کو خدمت کے بجائے شہرت اور اقتدار کی ہوس میں بدل دیتا ہے۔ لاپروائی ایک ایسی قیادت کو جنم دیتی ہے جو نہ ملکی مفاد کا لحاظ رکھتی ہے اور نہ ہی مستقبل کی فکر کرتی ہے، جس سے ادارے، اعتماد اور ملک سب زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔

تعلیم و تربیت میں شائستگی طالب علم کو سیکھنے، سننے، اور برداشت کرنے کی عادت سکھاتی ہے، جو تعلیمی فضا کے لیے بنیاد ہے۔ خود کو چھپانے کا مزاج، تعلیم کو ریاکاری، دکھاوے اور سطحی کامیابیوں سے بچا کر علم کی اصل روح یعنی اخلاص کی طرف لے جاتا ہے۔ تقیہ، بطور حکمت، اساتذہ اور طلبہ دونوں کو سکھاتا ہے کہ کب خاموشی، کب اظہار، اور کب تدبر اختیار کرنا ہے، اور یہ تربیت زندگی بھر رہنمائی کرتی ہے۔

برعکس طور پر، برائی اور ناشائستہ انداز تعلیمی اداروں کو شور، بدتمیزی اور اخلاقی انحطاط کا مرکز بنا دیتا ہے۔ خودنمائی سے علم نمائش میں بدل جاتا ہے اور اصل ترقی ظاہری مقابلے کی نذر ہو جاتی ہے۔ لاپروائی سے طلبہ بے ہدف، غیر سنجیدہ اور ناکام بن جاتے ہیں اور اساتذہ اپنی ذمہ داری کھو بیٹھتے ہیں۔

یہ صفات عقل پر یوں اثر انداز ہوتی ہیں کہ نیکی، اخلاص اور حکمت عقل کو پختہ، تحمل مزاج، اور زمانہ شناس بناتی ہیں۔ یہ عقل کو جذباتیت کے مقابل توازن، حکمت اور دور اندیشی عطا کرتی ہیں۔ برعکس صورت میں برائی، دکھاوا، اور لاپروائی عقل کو فریبِ نفس، عجلت اور بے سمتی کی طرف لے جاتی ہے، جو بالآخر اسے فنا کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ عقل جب شائستگی، حکمت اور تواضع سے جُڑتی ہے تو تمدن اور قیادت کی راہیں کھلتی ہیں، جب کہ جب وہ خودپسندی، لاپرواہی اور ناشائستگی میں گم ہوتی ہے تو تباہی یقینی ہو جاتی ہے۔

بیسویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- انصاف
- خود کو ہمسر کے لیے آراستہ کرنا
- پاکیزگی

جہل کے لشکر:

- باطل کی طرفداری
- خود کو زنا کے لیے آمادہ کرنا
- پلیدی

سماجی اعتبار سے انصاف ایک ایسی بنیاد ہے جس پر افراد اور اداروں کے درمیان اعتماد قائم ہوتا ہے۔ جب ہر شخص کو اس کا حق ملے، تو معاشرہ امن، تحفظ اور ترقی کی جانب بڑھتا ہے۔ انصاف، عقل کی اعلیٰ ترین عملی صورت ہے جو جذبات، تعصبات اور ذاتی مفاد کے بجائے اصول پر قائم ہوتی ہے۔ اسی طرح شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کے لیے آراستہ ہونا نہ صرف محبت اور قربت کا

ذریعہ ہے بلکہ باہمی عزت، تعلق کی مضبوطی اور پاکیزگی کی حفاظت کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ یہ عمل گھرانے کو روحانی و جسمانی سکون فراہم کرتا ہے۔ پاکیزگی، فرد کی شخصیت، ماحول، اور تعلقات میں ایسا توازن پیدا کرتی ہے جو نفرت، بے چینی اور بدتمیزی سے بچاتا ہے، اور فرد کو ظاہری و باطنی لحاظ سے خود آگاہی و پاکیزگی کی طرف لے جاتا ہے۔

اس کے برخلاف باطل کی طرفداری کرنا معاشرے کو بگاڑ، ناانصافی اور فتنہ کی طرف لے جاتا ہے۔ جو شخص حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیتا ہے، وہ ظالموں کو طاقت اور مظلوموں کو بے بسی عطا کرتا ہے۔ زنا کی آمادگی صرف فردی گناہ نہیں بلکہ خاندانی نظام، عزت، اور اعتماد کو پامال کرنے والا عمل ہے، جو معاشرے میں بے حیائی، انتقامی جذبات اور جنسی بے راہ روی کو بڑھاتا ہے۔ پلیدی نہ صرف جسمانی گندگی ہے بلکہ روحانی ناپاکی بھی ہے، جو دل، سوچ اور تعلقات کو خراب کر دیتی ہے اور فرد کو نفرت، کراہت اور اجنبیت میں مبتلا کر دیتی ہے۔

سیاسیات میں انصاف ایک ایسی قیادت کو جنم دیتا ہے جو موروثی، طبقاتی یا مفاداتی فیصلوں کے بجائے اصولوں، میرٹ اور مساوات پر چلتی ہے۔ یہ قیادت عوام کا اعتماد حاصل کرتی ہے اور ریاستی ادارے ایک دوسرے کے دست و بازو بنتے ہیں۔ بیوی کے لیے آراستہ ہونے کا مفہوم سیاست میں باہمی احترام، عوام کے

جذبات کا خیال رکھنا اور فطری تعلقات کی حفاظت بن جاتا ہے، یعنی ایک ایسا نظام جو اپنے افراد کے جذباتی، سماجی اور اخلاقی پہلوؤں کا خیال رکھے۔ پاکیزگی قیادت کی نیت، عمل اور طرزِ گفتگو میں ظاہر ہوتی ہے، جو بدعنوانی، بے شرمی اور عوامی نفرت سے محفوظ رکھتی ہے۔

جہالت کی صفات جیسے باطل پرستی، زنا کی آمادگی اور پلیدی، سیاست کو کرپشن، بے شرمی اور اخلاقی زوال کی گہرائی میں دھکیل دیتی ہیں۔ ایسی قیادت حق پر مبنی نہیں بلکہ سازباز، بدنیتی اور ہوس پر مبنی فیصلے کرتی ہے، جو عوام کی مایوسی، بے اعتمادی اور سماجی انتشار کو جنم دیتی ہے۔

تعلیم و تربیت میں انصاف کی فضا طلبہ میں برابری، خوداعتمادی اور محنت کو فروغ دیتی ہے۔ اساتذہ اگر فیصلہ انصاف پر کریں تو شاگرد ان سے علمی و اخلاقی طور پر جُڑتے ہیں۔ زوجین کے لیے خود کو آراستہ کرنا تربیت کا ایسا پہلو ہے جس میں احترام، نفسیاتی ہم آہنگی، اور عزتِ نفس سکھائی جاتی ہے، جس سے بچوں میں طہارت، ادب اور وقار کی فضا قائم ہوتی ہے۔ پاکیزگی تعلیم کو خالص، مقدس اور مقصدی بناتی ہے۔

برعکس طور پر باطل کی حمایت، تعلیمی اداروں میں سفارش، اقربا پروری اور حق تلفی کو فروغ دیتی ہے۔ زنا کی آمادگی جیسی سوچ تعلیمی ماحول میں حدود کی پامالی، اساتذہ وطلبہ کے رشتوں کی بے حرمتی، اوراخلاقی زوال کو جنم دیتی ہے۔ پلیدی، ظاہری ہو یا باطنی، تعلیمی اداروں کو بے نور، بدبودار اور غیر تربیتی جگہ بنا دیتی ہے۔

یہ تمام عقل کی صفات، جیسے انصاف، طہارت اور ازدواجی احترام، عقل کو فطرت، عدل اور محبت کے ساتھ ہم آہنگ کرتی ہیں، جس سے عقل وسیع، منصف، اور قابلِ عمل بن جاتی ہے۔ جب کہ جہل کی صفات جیسے باطل پرستی، فحاشی، اورپلیدی عقل کو تعصبات، بے راہ روی اورناپاک ارادوں کی بھینٹ چڑھا دیتی ہیں، جس سے عقل کا نور بجھ جاتا ہے اور نفس پرستی کی تاریکی چھا جاتی ہے۔

اکیسویں ۲۱ لشکر

عقل کے لشکر:

- حیاء
- میانہ روی
- آسودگی

جہل کے لشکر:

- بے حیائی
- حد سے تجاوز کرنا
- خود کو زحمت میں مبتلا کرنا

سماجیات میں حیاء وہ اخلاقی فصیل ہے جو انسان کو حدود سے تجاوز کرنے سے باز رکھتی ہے۔ حیاء سماجی رویوں میں ادب، احترام، خود احتسابی اور باوقار طرزِ زندگی کو جنم دیتی ہے، جو فرد کو ایک بااخلاق معاشرتی اکائی میں ڈھالتی ہے۔ میانہ روی، یا اعتدال، سماجی توازن، کفایت شعاری اور دوسروں کے حقوق کے احترام کو ممکن بناتی ہے، جبکہ آسودگی، قناعت اور طمانیت سے جڑی ہوئی ایک

ایسی کیفیت ہے جو فرد کو غیر ضروری دوڑ سے بچاتی ہے اور اُسے فکر، عبادت اور تعمیرِ معاشرہ میں لگا دیتی ہے۔

جہالت کی ضدی صفات جیسے بے حیائی، معاشرتی حدیں پامال کر کے بد تمیزی، کھلے عام گناہ اور دوسروں کے جذبات کی توہین کا باعث بنتی ہیں۔ ایسی روش معاشرے میں فحاشی، بے حسی اور بے باکی کو بڑھاتی ہے۔ حد سے تجاوز کرنا سماجی عدم توازن، حسد، اور مادہ پرستی کو فروغ دیتا ہے۔ انسان اپنے مقام اور دائرہ کار سے باہر نکل کر دوسروں کے حقوق کو پامال کرتا ہے۔ خود کو زحمت میں مبتلا کرنا، بے مقصد مشقت، نمائش اور حرص کی علامت بن کر ایسی تھکن لاتا ہے جو جسم کے ساتھ عقل اور روح کو بھی مضمحل کر دیتی ہے۔

سیاسی میدان میں حیاء، قیادت کے اندر ایک اخلاقی نگہبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسا رہنما جو شرم، وقار اور حدود کو جانتا ہو، وہ نہ بدزبان ہوتا ہے، نہ ظالم، نہ خود پسند۔ میانہ روی سیاسی پالیسیوں میں توازن لاتی ہے جہاں عوامی سہولت، ترقی اور اخلاقی حدود میں مطابقت ہوتی ہے۔ آسودگی حکمرانوں کو ذاتی مفادات سے آزاد رکھ کر عوامی خدمت کی طرف راغب کرتی ہے، اور قومی وسائل کا منصفانہ استعمال ممکن ہوتا ہے۔

جب قیادت بے حیائی میں مبتلا ہو جائے تو وہ عوامی اعتماد کھو دیتی ہے۔ حد سے تجاوز کرنے والی حکومتیں آمریت، استبداد اور کرپشن میں غرق ہو جاتی ہیں۔ خود کو زحمت میں ڈالنے کا مطلب یہاں ایسا غیر ضروری پھیلاؤ یا نمائشی منصوبے ہیں جن سے قوم کو فائدے کے بجائے نقصان پہنچتا ہے، اور جن کی قیمت عوامی فلاح کی قربانی سے ادا ہوتی ہے۔

تعلیم و تربیت کے میدان میں حیاء طلبہ اور اساتذہ دونوں میں ادب، سنجیدگی اور وقار پیدا کرتی ہے۔ ایسے تعلیمی ماحول میں سیکھنے کے عمل کو عزت دی جاتی ہے، اور سیکھنے والا شرم اور حیا کے دائرے میں رہ کر علم کا ادب کرتا ہے۔ میانہ روی طلبہ کو اعتدال، متوازن مطالعے، اور نظم و ضبط کا شعور دیتی ہے، جس سے وہ شدت یا غفلت کی دونوں انتہاؤں سے بچے رہتے ہیں۔ آسودگی ان کی نفسیاتی سکون اور علمی یکسوئی کا ذریعہ بنتی ہے۔

اس کے برعکس بے حیائی تعلیمی اداروں کو اخلاقی انارکی میں تبدیل کر دیتی ہے، جہاں نہ استاد کا ادب باقی رہتا ہے، نہ علم کی حرمت۔ حد سے تجاوز کرنا تعلیمی ریس، گریڈ پرستی اور مادہ پرستی میں اضافہ کرتا ہے، جس سے سیکھنے کا اصل مقصد کھو جاتا ہے۔ خود کو زحمت میں ڈالنے کی ذہنیت طالب علم کو غیر ضروری

دباؤ، دکھاوااور بے مقصد مقابلہ بازی میں جکڑ دیتی ہے، جس سے نہ صرف ذہنی صحت متاثر ہوتی ہے بلکہ علمی تخلیقیت بھی دب جاتی ہے۔

یہ تینوں عقل کی صفات، یعنی حیاء، اعتدال اور قناعت، عقل کو مرکز، حدود اور آرام عطا کرتی ہیں۔ ایسی عقل خود پر قابو پاتی ہے، صحیح وقت پر بولتی ہے، اور مقصد پر استقامت رکھتی ہے۔ جبکہ جہالت کی صفات، یعنی بے حیائی، زیادتی اور بے آرامی، عقل کو جذبات، نفس اور غیر ضروری دوڑ میں فنا کر دیتی ہیں۔ ایسی عقل سنبھلنے کے بجائے بھٹکتی ہے، اور نور کے بجائے دھند میں گرفتار رہتی ہے۔

بائیسویں ۲۲ لشکر

عقل کے لشکر:

- آسانی
- برکت
- تندرستی

جہل کے لشکر:

- سخت گیری
- بے برکتی
- بیماری

سماجی تناظر میں آسانی وہ خصلت ہے جو انسانوں کے درمیان ہمدردی، تعاون اور رواداری کو فروغ دیتی ہے۔ جب افراد، ادارے اور قائدین دوسروں کے لیے سہولت پیدا کرتے ہیں، تو اعتماد بڑھتا ہے اور باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔ برکت ایسی حالت ہے جس میں تھوڑے وسائل بھی خیر و فائدے کا ذریعہ بنتے ہیں، جو معاشرتی معاشی نظام میں توازن اور قناعت کا مزاج پیدا کرتی ہے۔

تندرستی صرف جسمانی صحت کا نام نہیں بلکہ ذہنی، روحانی اور سماجی توازن بھی ہے، جو فرد کو معاشرے میں ایک مفید رکن بنا دیتی ہے۔

جہالت کی ضدی صفات جیسے سخت گیری سماجی تعلقات میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، مزاجوں میں شدت، رویوں میں درشتی اور ماحول میں خوف پیدا کرتی ہے، جس سے لوگ ایک دوسرے سے دور ہونے لگتے ہیں۔ بے برکتی ایک ایسی معاشرتی کیفیت ہے جہاں محنت کے باوجود خیر حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ نیتوں میں فساد، تعلقات میں دھوکہ اور عمل میں بددیانتی پائی جاتی ہے۔ بیماری سماج کے جسم میں درد کی علامت ہے، خواہ وہ جسمانی ہو یا اخلاقی، اور ایسی حالت میں معاشرہ اپنی روحانیت، شفقت اور ترقی کی صلاحیت کھو دیتا ہے۔

سیاسیات میں آسانی سے مراد یہ ہے کہ قوانین، نظام اور پالیسیز عوام کے لیے بوجھ کے بجائے سہارا بنیں۔ ایک عادل اور دانا حکمران وہی ہوتا ہے جو سختی کے بجائے آسانی کی راہ اختیار کرے، اور عوام کے حالات کو بہتر بنانے کی سعی کرے۔ برکت کی سیاسی تفسیر یہ ہے کہ قوم کے وسائل درست مقاصد پر خرچ ہوں، کرپشن نہ ہو، اور قلیل سرمایہ بھی خیر کا سبب بنے۔ تندرستی بطور استعارہ ایک ایسی حکومت کی نشانی ہے جو ادارہ جاتی طور پر صحت مند، بدعنوانی سے پاک، اور پائیدار ہو۔

سخت گیری جب سیاست میں داخل ہوتی ہے تو وہ جبر، آمریت اور اختلافِ رائے کی سرکوبی کو جنم دیتی ہے۔ بے برکتی تب پیدا ہوتی ہے جب حکومت کی نیت خالص نہ ہو، یا وسائل ناحق ضائع کیے جائیں، جس سے ترقی رک جاتی ہے۔ بیماری کی صورت قیادت کی ناتوانی، بے بصیرتی اور مفلوج فیصلے سامنے آتے ہیں جو عوامی مسائل کو بگاڑ دیتے ہیں۔

تعلیم و تربیت میں آسانی کا مطلب طلبہ کے لیے ایسا تعلیمی ماحول مہیا کرنا ہے جہاں خوف، دباؤ یا بوجھ نہ ہو بلکہ سیکھنے کی سہولت، محبت، اور حوصلہ افزائی ہو۔ برکت ایک ایسا تعلیمی اثر ہے جو تھوڑے وسائل، کم وقت یا محدود امکانات کے باوجود گہرے اثرات پیدا کرتا ہے، کیونکہ نیت پاک اور عمل خالص ہوتا ہے۔ تندرستی تعلیمی نظام کی فعالیت، استاد کی توانائی اور طلبہ کی ذہنی و جسمانی توازن کا مجموعہ ہے، جو ایک نتیجہ خیز تربیت کی بنیاد ہے۔

سخت گیری جب تعلیم میں آتی ہے تو وہ علم کو جبر، سخت سزا، یا خشک روٹین میں بدل دیتی ہے، جو طلبہ کو علم سے بیزار اور روحانی طور پر بیمار کر دیتا ہے۔ بے برکتی تعلیمی کوششوں کو نتیجہ خیز بننے سے روک دیتی ہے، کیونکہ علم صرف ظاہری معلومات تک محدود رہتا ہے اور شخصیت کی تشکیل نہیں کرتا۔ بیماری

یہاں ایسے نظامِ تعلیم کی علامت ہے جو ناقص منصوبہ بندی، بے ربطی، یا اخلاقی انحطاط کا شکار ہو، جو نہ معاشرے کو ترقی دیتا ہے نہ افراد کو کردار۔

یہ تمام عقل کی صفات عقل کو اس لیے قوی کرتی ہیں کہ وہ فرد اور نظام کو سہولت، افادیت اور اعتدال کی راہ پر رکھتے ہیں۔ ان صفات کے ساتھ عقل دوسروں کے لیے بھی روشنی کا سبب بنتی ہے۔ جہل کی صفات عقل کو اس لیے مٹا دیتی ہیں کہ وہ عقل کو سختی، بدگمانی اور تھکن کے اندھیروں میں ڈال دیتی ہیں، جہاں نہ سوچ باقی رہتی ہے نہ سچائی۔ اس طرح ایک روشن دماغ اندھے اندھیرے میں گم ہو جاتا ہے۔

تیئیسویں ۲۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- اعتدال
- حق کا ساتھ دینا
- اہمیت دینا اور متانت اپنانا

جہل کے لشکر:

- حد سے زیادہ طلب کرنا
- ہوس پرست ہونا
- بے عزتی

سماجی اعتبار سے اعتدال انسان کے کردار و رویے میں توازن، شائستگی اور باہمی رعایت کو فروغ دیتا ہے۔ ایسا انسان نہ تو غلو میں مبتلا ہوتا ہے نہ افراط و تفریط کا شکار، بلکہ دوسروں کے حقوق اور اپنی حدود کے ساتھ ہم آہنگ زندگی گزارتا ہے۔ حق کا ساتھ دینا معاشرے میں صداقت، انصاف اور ضمیر کی بیداری کا باعث بنتا ہے، جس سے سچ کو طاقت ملتی ہے اور باطل کمزور ہوتا ہے۔ اہمیت دینا

اور متانت اپنانا، یعنی دوسروں کو عزت، سنجیدہ طرزِ گفتگو اور برداشت، سماجی احترام اور اعتماد کو پروان چڑھاتے ہیں۔

اس کے برعکس حد سے زیادہ طلب کرنا ایک ایسا سماجی ناسور ہے جو حرص، خود غرضی اور عدم قناعت کو جنم دیتا ہے، جس سے دوسروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور معاشرہ استحصال، حسد اور بدامنی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہوس پرستی سچائی، عزت اور تعلقات کو صرف فائدے اور لذت کی عینک سے دیکھتی ہے، جس سے انسانی وقار اور فطری اقدار مسخ ہو جاتی ہیں۔ بے عزتی کا مزاج دوسروں کو کمتر سمجھنے، تضحیک کرنے اور رواداری کی دھجیاں اڑانے کا سبب بنتا ہے، جو سماجی تعلقات کو منتشر اور جذبات کو زخمی کر دیتا ہے۔

سیاسی سطح پر اعتدال، قیادت کو غیر جانب دار، عادل اور بصیرت مند بناتا ہے۔ ایسار ہنما اصولوں، اخلاق اور عوامی فلاح کے توازن کو قائم رکھتا ہے۔ حق کا ساتھ دینا ایسی قیادت کی پہچان ہے جو کسی دباؤ، مفاد یا خوف کے بغیر سچ کا ساتھ دیتی ہے، جو ایک پائیدار اور اخلاقی سیاسی نظام کو جنم دیتی ہے۔ جب حکمران دوسروں کو عزت دے اور خود متانت سے گفتگو کرے تو وہ نہ صرف عوام کا اعتماد حاصل کرتا ہے بلکہ اختلافِ رائے کو بھی سنجیدگی سے سننے کا حوصلہ رکھتا ہے۔

اس کے مقابل حد سے زیادہ طلب کرنے والے سیاست دان اختیارات، طاقت اور دولت کے حریص ہو جاتے ہیں اور قوم کو ذاتی فائدے کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ ہوس پرستی سیاسی گٹھ جوڑ، اقربا پروری اور کرپشن کو فروغ دیتی ہے، جس سے قومی امانتیں لٹتی ہیں۔ بے عزتی کے رویے سے سیاست جھگڑے، بدزبانی، اور اداروں کی تضحیک کی شکل اختیار کرتی ہے، جو عوامی شعور کو زہر آلود کرتی ہے۔

تعلیم و تربیت کے میدان میں اعتدال طلبہ کو توازن، نظم و ضبط اور ہم آہنگی سکھاتا ہے۔ وہ نہ تو مغرور بنتے ہیں نہ کم حوصلہ، بلکہ متوازن مزاج سے علم، تعلقات اور فیصلوں میں آگے بڑھتے ہیں۔ حق کا ساتھ دینا انہیں اخلاقی استقامت، علمی دیانت اور ضمیر کی حفاظت سکھاتا ہے۔ متانت اور دوسروں کو اہمیت دینا تعلیمی ماحول میں محبت، سنجیدگی اور ادب کو فروغ دیتا ہے، جس سے تعلیمی ادارے کردار سازی کے گہوارے بنتے ہیں۔

اس کے برعکس حد سے زیادہ طلب علم کو صرف کامیابی، گریڈ اور شہرت کے لیے استعمال کرنے کا سبب بنتی ہے، جس سے طلبہ کا مقصد بگڑ جاتا ہے۔ ہوس پرستی انہیں شہرت، طاقت اور تسلط کی بھوک میں مبتلا کر کے تعلیم کو خدمت کے بجائے تسلط کا ذریعہ بنا دیتی ہے۔ بے عزتی تعلیمی فضا کو نفرت، طنز اور بے

توقیری میں بدل دیتی ہے، جس سے نہ شاگرد استاد کا احترام کرتا ہے اور نہ استاد طلبہ کو رشد و تربیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

یہ عقل کی صفات یعنی اعتدال، حق پسندی اور متانت، عقل کو توازن، قوتِ فیصلہ اور انسانی احترام عطا کرتی ہیں، جس سے وہ روشنی بکھیرتی ہے اور اصلاح کا ذریعہ بنتی ہے۔ جب کہ جہالت کی صفات جیسے حرص، ہوس اور تذلیل عقل کو پست ارادوں، نفسانیت اور اندھی خواہشات میں جکڑ لیتی ہیں، جس سے عقل کی روشنی مدھم ہو کر ظلمت میں بدل جاتی ہے۔

چوبیسویں ۲۴ لشکر

عقل کے لشکر:

- سعادت مندی
- توبہ میں جلدی کرنا
- معافی طلب کرنا

جہل کے لشکر:

- شقاوت
- گناہ پر اصرار
- بلاوجہ کالالچ کرنا

سماجی تناظر میں سعادت مندی ایک ایسے فرد کا وصف ہے جو اپنے اخلاق، فیصلوں اور تعلقات میں نفع رساں ہو۔ ایسا شخص دوسروں کی خیر کا خواہاں ہوتا ہے اور معاشرتی فلاح میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ توبہ میں جلدی کرنا انسان کے اندر اپنی خطا کو جلدی پہچان لینے، قبول کرنے اور سدھار کی جانب قدم بڑھانے کی علامت ہے، جو معاشرے میں خود احتسابی، رجوع اور تعلقات کی مرمت کو

ممکن بناتی ہے۔ معافی طلب کرنا معاشرتی تعلقات میں نرمی، عاجزی اور دوبارہ اعتماد قائم کرنے کی بنیاد بنتا ہے۔

اس کے مقابل شقاوت یعنی دل کی سختی اور شر کی طرف جھکاؤ ایسا مزاج پیدا کرتی ہے جو دوسروں کی خیر خواہی کے بجائے ان کے ضرر کا سبب بنتی ہے۔ گناہ پر اصرار فرد یا قوم کو مسلسل ہٹ دھرمی، ضد اور باطل پر ڈٹے رہنے کی طرف لے جاتا ہے جس سے معاشرہ اصلاح سے محروم ہو جاتا ہے۔ بلاوجہ کا لالچ انسانی تعلقات میں حرص، حسد اور عدم اطمینان کو جنم دیتا ہے جو نہ صرف فرد کو بے چین رکھتا ہے بلکہ دوسروں کا بھی حق کھینچنے پر آمادہ کرتا ہے۔

سیاسیات میں سعادت مندی ایک ایسی قیادت کی علامت ہے جو قوم کے خیر کی نیت سے حکمرانی کرتی ہے۔ ایسی قیادت خود کو جواب دہ سمجھتی ہے اور عوام کے مسائل پر حساس ہوتی ہے۔ توبہ میں جلدی کرنے والی قیادت اپنی غلطیوں کا اعتراف کرکے انہیں درست کرنے کے لیے جرات مندانہ اقدامات اٹھاتی ہے، جو عوامی اعتماد کو بڑھاتی ہے۔ معافی مانگنے کا مزاج سیاست میں عاجزی، انسانی قدروں کی پاسداری اور عوام سے حقیقی تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

شقاوت جب حکمرانوں میں ہو تو ظلم، بے رحمی اور نافرمانی کی صورت اختیار کرتی ہے۔ گناہ پر اصرار پالیسیوں کی ناکامی کے باوجود تبدیلی سے انکار، کرپشن پر ڈٹے رہنے اور قومی نقصان کو چھپانے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ بلاوجہ کا لالچ سیاسی لوٹ مار، قومی خزانے کی بربادی اور ذاتی مفادات کی دوڑ میں سامنے آتا ہے، جس سے عوامی اعتماد تباہ ہو جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت میں سعادت مندی وہ منزل ہے جس پر تربیت یافتہ طالب علم پہنچتا ہے۔ ایسا طالب علم نہ صرف اپنی اصلاح کرتا ہے بلکہ دوسروں کے لیے رہنمائی کا سبب بنتا ہے۔ توبہ میں جلدی کرنا ایک ایسا وصف ہے جو طالب علم کو غلطی کے بعد سیکھنے، درستگی اور عاجزی سے آگے بڑھنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ معافی مانگنے کی صفت استاد و شاگرد دونوں کے لیے تعلیمی ماحول میں شفقت، ادب اور دلوں کی قربت پیدا کرتی ہے۔

اس کے برعکس شقاوت ایسی سختی اور بے حسی ہے جو نہ طالب علم کو سیکھنے دیتی ہے نہ استاد کو سکھانے۔ گناہ پر اصرار علم کے مقابل نفرت، ضد اور انا کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جو اصلاح کو روک دیتا ہے۔ بلاوجہ کا لالچ تعلیم کو مقصد سے ہٹا کر محض ڈگری، شہرت اور دنیاوی مقام کے لیے استعمال کرواتا ہے، جو علم کی روح کو مار دیتا ہے۔

یہ تمام عقل کی صفات عقل کو قوی اس طرح کرتی ہیں کہ وہ خود کو مسلسل بہتر بناتی ہے، غلطی کا اعتراف کر کے سچائی سے جڑتی ہے، اور دوسروں کے ساتھ تعلق کو تعمیر کرتی ہے۔ جب کہ جہالت کی صفات عقل کو تباہ اس طرح کرتی ہیں کہ وہ فرد کو باطل پر اڑنے، حق کو رد کرنے اور نفس پرستی میں گم کرنے پر مجبور کرتی ہیں، یوں عقل کا چراغ بجھ کر ضد اور حرص کے دھویں میں گم ہو جاتا ہے۔

پچیسویں ۲۵ لشکر

عقل کے لشکر:

- دقت وہوشیاری
- دعا کرنا
- خوشی وشادابی

جہل کے لشکر:

- سہل انگاری
- سر جھٹک دینا
- سستی وکاہلی

سماجی سطح پر دقت وہوشیاری فرد کو اپنے ماحول، تعلقات، اور نتائج کے بارے میں بیدار رکھتی ہے۔ ایسے افراد معاشرے میں بیداری، احتیاط اور اصلاح کے عمل کو بڑھاتے ہیں۔ دعا کرنا سماجی طور پر ایک روحانی ربط ہے جو فرد کو اپنے خالق سے مربوط رکھتا ہے اور اجتماعی خیر وبرکت کا دروازہ کھولتا ہے۔ خوشی وشادابی سماجی

توازن اور باہمی تعلقات کی مضبوطی کا اظہار ہے، جو دوسروں کو متاثر کرنے والی مثبت توانائی پیدا کرتی ہے۔

اس کے بر خلاف سہل انگاری وہ کیفیت ہے جو فرد کو ذمے داری سے دور اور سطحی رویوں میں گرفتار رکھتی ہے، جس کے نتیجے میں معاشرے میں نااہلی، تاخیر اور انتشار جنم لیتا ہے۔ سر جھٹک دینا یعنی سننے، سمجھنے اور جواب دہی سے انکار کرنا وہ روش ہے جو معاشرتی و روحانی زوال کا باعث بنتی ہے، کیونکہ اس سے فرد نہ تنقید سیکھتا ہے، نہ سچائی کو قبول کرتا ہے۔ سستی و کاہلی انسان کو بے عملی، بے حسی اور تنزلی کی طرف لے جاتی ہے، جس سے ترقی، تعلیم اور تعلقات سب کمزور ہو جاتے ہیں۔

سیاسیات میں دقت و ہوشیاری وہ بصیرت ہے جو قیادت کو دور اندیش، حالات شناس اور عوام کے لیے موثر فیصلہ ساز بناتی ہے۔ ایسی قیادت معمولی اشاروں سے بھی بڑے تغیرات کا ادراک کر سکتی ہے اور قوم کو حادثات سے بچا سکتی ہے۔ دعا کرنا حکمران کے روحانی رجحان کی علامت ہے جو اسے طاقت، غرور یا جبر کے بجائے عاجزی، تقویٰ اور قوم کی خیر خواہی کی جانب لے جاتی ہے۔ خوشی و شادابی ایسی قیادت سے جنم لیتی ہے جو عدل، امن اور روزگار کے ذریعے قوم کے چہروں پر مسکراہٹیں لاتی ہے۔

اس کے برعکس سہل انگاری حکمران کو غفلت، ناقص پالیسی اور غیر متحرک نظام میں مبتلا کر دیتی ہے، جس سے قومی امور میں بحران پیدا ہوتے ہیں۔ سر جھٹک دینا عوامی رائے، مشورے اور تنبیہ کو نظر انداز کرنے کی سیاسی بیماری ہے، جو آخر کار زوال اور بغاوت کا سبب بنتی ہے۔ سستی و کاہلی سیاست میں بد انتظامی، تاخیر، کرپشن اور نااہلی کو جنم دیتی ہے جو قومی اداروں کو مفلوج کر دیتی ہے۔

تعلیم و تربیت میں دقت و ہوشیاری وہ صفت ہے جو طالب علم کو گہرائی، توجہ اور تجزیاتی قوت عطا کرتی ہے۔ ایسا طالب علم نہ صرف بہتر سیکھتا ہے بلکہ تحقیق، دریافت اور تخلیق میں آگے بڑھتا ہے۔ دعا کرنا تعلیمی عمل میں روحانی توازن، عاجزی اور برکت کا ذریعہ بنتی ہے، جو استاد و شاگرد دونوں کے قلوب کو جوڑتی ہے۔ خوشی و شادابی سیکھنے کی فضا کو پر سکون، پر کشش اور کامیاب بناتی ہے، جو ذہنی صحت اور تعلیمی کارکردگی کو بڑھاتی ہے۔

اس کے مقابل سہل انگاری تعلیم میں ناکامی، یادداشت کی کمزوری، اور علمی پسماندگی کا سبب بنتی ہے۔ سر جھٹک دینا یعنی علم و نصیحت کو رد کرنا طالب علم کو ضد، انا اور فکری جمود کا شکار کر دیتا ہے۔ سستی و کاہلی وہ کیفیت ہے جو تمام تعلیمی کوششوں کو ضائع کر دیتی ہے، کیونکہ سیکھنے، سمجھنے اور محنت کرنے کے جذبے کو ختم کر دیتی ہے۔

یہ تینوں صفات — دقت، دعا، اور خوشی — عقل کو قوتِ ادراک، روحانی توازن اور توانائی عطا کرتی ہیں، جس سے عقل روشن، بیدار اور مثبت سمت میں متحرک رہتی ہے۔ جب کہ جہل کی صفات — سہل انگاری، بے توجہی اور کاہلی — عقل کی روشنی کو بجھا کر اسے زنگ آلود، جامد اور بے عمل بنا دیتی ہیں، جس کے نتیجے میں انسان نہ خود ترقی کرتا ہے، نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا پاتا ہے۔

چھبیسویں ۳ لشکر

عقل کے لشکر:

- خوش دلی
- حق سے مانوس ہونا
- سخاوت

جہل کے لشکر:

- غمگین رہنا
- حق سے کنارہ کشی کرنا
- بخل و کنجوسی کرنا

خوش دلی ایک ایسی سماجی صفت ہے جو افراد کے باہمی تعلقات کو مسرت، قربت اور تعاون کی فضا میں قائم رکھتی ہے۔ ایسا فرد دوسروں کے لیے باعثِ راحت ہوتا ہے اور معاشرتی خیر و برکت میں اضافہ کرتا ہے۔ حق سے مانوس ہونا سماج میں سچائی، عدل اور اخلاق کی قدروں کے ساتھ جڑے رہنے کو فروغ دیتا ہے، جو کہ ایک صحت مند، بیدار اور بصیرت افروز معاشرہ تخلیق کرتا ہے۔ سخاوت وہ

صفت ہے جو دولت، وقت اور علم کی تقسیم میں کشادگی کو جنم دیتی ہے، جس سے محروم طبقات، طلباء اور ضرورت مند افراد سہارا پاتے ہیں اور سماجی توازن قائم رہتا ہے۔

غمگین رہنا اگر وجود میں جڑ پکڑ لے تو فرد اور پھر معاشرہ مایوسی، اضطراب اور منفی سوچ کی طرف جاتا ہے۔ یہ کیفیت افراد کو جوڑنے کے بجائے الگ کرتی ہے، اور تعمیر کے بجائے تخریب کی راہ ہموار کرتی ہے۔ حق سے کنارہ کشی کرنا سچائی سے دوری، حقائق کا انکار اور اپنی انا میں گم رہنے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، جو ظلم، گمراہی اور ناانصافی کے دروازے کھولتی ہے۔ بخل و کنجوسی معاشرتی بے اعتدالی، طبقاتی خلیج اور محرومی کو بڑھاتی ہے، جس سے نفرت، حسد اور بداعتمادی فروغ پاتی ہے۔

سیاسی لحاظ سے خوش دلی ایک ایسی قیادت کی علامت ہے جو عوام کے مسائل کو سمجھنے، ان کے درمیان رہنے اور ان کے لیے نرم دلی سے پالیسی سازی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ایسی قیادت معاشرتی سکون اور وحدت کی علامت بن جاتی ہے۔ حق سے مانوس قیادت اصول پسند، قانون کی پاسداری کرنے والی اور ظلم و باطل کے خلاف ڈٹ جانے والی ہوتی ہے۔ سخاوت سیاسی عدل اور فلاحی حکومت کی بنیاد ہے، جو وسائل کی منصفانہ تقسیم اور عوامی بہبود کو یقینی بناتی ہے۔

اس کے برعکس غمگین مزاج قیادت مایوس، الگ تھلگ اور غیر متحرک ہوتی ہے، جو عوام سے کٹ جاتی ہے۔ حق سے کنارہ کشی کرنے والی حکومتیں خود کو مفادات، کرپشن یا خوف کے تابع کر لیتی ہیں اور حق کی حمایت کرنے کے بجائے اس سے روگردانی اختیار کرتی ہیں، جس سے عوامی اعتماد ٹوٹ جاتا ہے۔ بخل و کنجوسی سے مراد قومی وسائل پر چند افراد کا قبضہ اور عام آدمی کو بنیادی سہولیات سے محروم رکھنا ہے، جو سیاسی نظام میں فساد، احتجاج اور نفرت کو جنم دیتا ہے۔

تعلیم و تربیت میں خوش دلی طالب علم کے سیکھنے کے عمل کو خوشگوار، فعال اور زندہ رکھتی ہے۔ استاد اور شاگرد کا رشتہ احترام و محبت پر قائم ہوتا ہے، اور تعلیمی ادارے علم و اخلاق کا محور بنتے ہیں۔ حق سے مانوس ہونا طلبہ میں علمی دیانت، تحقیقی غیر جانبداری اور سچ کی تلاش کی جڑیں مضبوط کرتا ہے۔ سخاوت علم بانٹنے، وقت دینے اور دوسروں کی ترقی میں شریک ہونے کے رجحان کو فروغ دیتی ہے، جس سے ایک مربوط اور علمی فضا پروان چڑھتی ہے۔

اس کے برعکس غمگینی تعلیمی ماحول میں بے رغبتی، تنہائی اور نفسیاتی مسائل کو جنم دیتی ہے۔ حق سے کنارہ کشی طالب علم کو تعصب، جھوٹ، اور ریاکاری کی طرف لے جاتی ہے، جو اس کی علمی ترقی کے بجائے زوال کا سبب بنتی ہے۔ بخل و کنجوسی

جب تعلیم میں آجائے تو استاد علم چھپاتا ہے، شاگرد سوال نہیں کرتا، اور ادارے علم کی بجائے نمبرات کے سوداگر بن جاتے ہیں۔

یہ عقل کی صفات — خوش دلی، حق سے وابستگی، اور سخاوت — عقل کو روشن، وسعت پذیر اور با عمل بناتی ہیں۔ ان سے عقل ایک ایسا نور بنتی ہے جو اپنے ساتھ دوسروں کو بھی روشن کرتا ہے۔ جب کہ جہل کی صفات — غم، کنارہ کشی اور بخل — عقل کو قید کر دیتی ہیں، اسے تنہائی، خود غرضی اور بے حسی کے اندھیروں میں دفن کر دیتی ہیں، یہاں تک کہ عقل اپنا نفع دینا چھوڑ دیتی ہے اور معاشرہ روحانی و فکری زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔